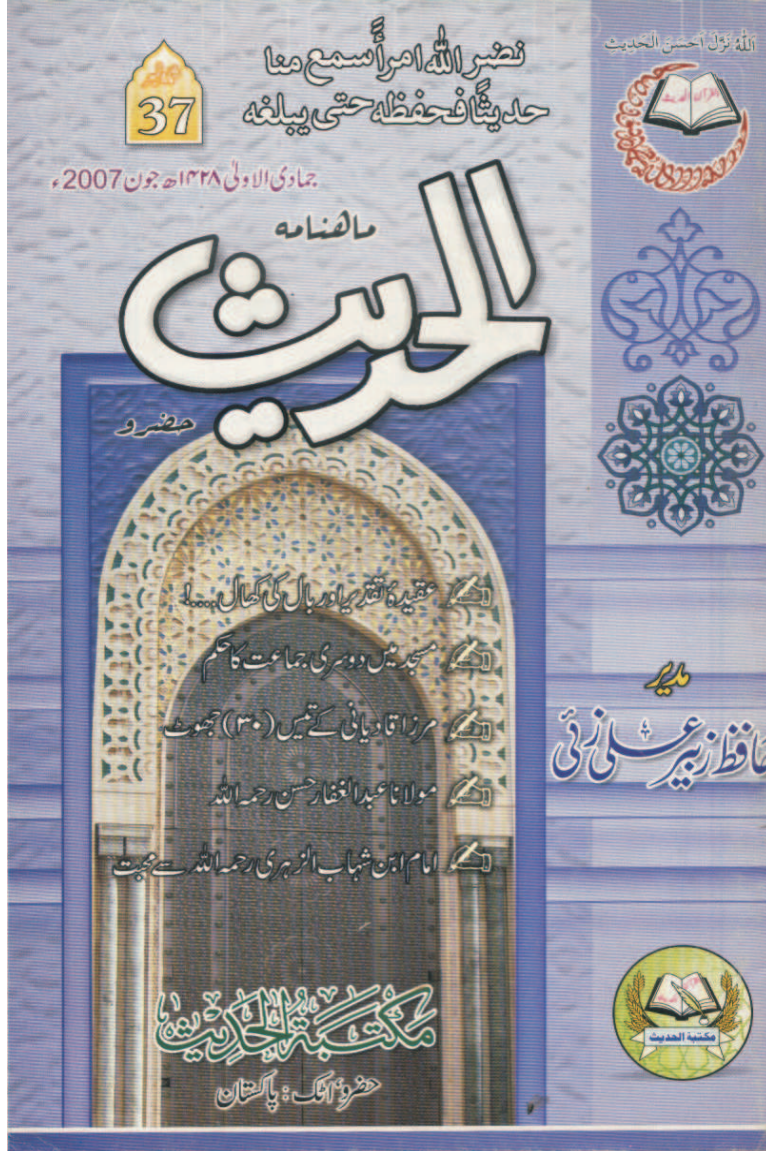


**MAKTABA TUL HADITH HAZRO**

By Alhadith at 10:23:56 PM, 3/26/2015



حافظ ندیم ظہیر

احسن الحدیث

## آیت پردہ

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ إِلَّا أَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ إِلَى طَعَامٍ غَيْرٍ نَظِيرِ بْنِ أَنَّهُ وَلَكِنْ إِذَا دُعِيتُمْ فَادْخُلُوا فَإِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوا وَلَا مُسْتَأْنِسِينَ لِحَدِيثٍ ۚ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ يُؤْذَى النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيِي مِنْكُمْ وَاللَّهُ لَا يَسْتَحْيِي مِنَ الْحَقِّ ۚ وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْأَلُوهُنَّ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ ۚ ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ۚ وَمَا كَانَ لَكُمْ أَنْ تُؤْذُوا رَسُولَ اللَّهِ وَلَا أَنْ تُنْكِحُوا زُجُجَهُ مِنْهُ ۚ بَعْدَهُ أَبَدًا ۚ إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا ۚ إِنْ تُبَدُّوا شَيْئًا أَوْ تُخَفُّوهُ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾

اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم نبی کے گھروں میں بلا اجازت نہ جایا کرو، کھانے کے لئے (بھی اجازت کے بعد جاؤ) نہ کہ اس کے پکے کا انتظار کرنے لگو۔ البتہ جب تمہیں (کھانے پر) بلایا جائے تو آؤ اور جب کھا چکو تو چلے جاؤ اور باتوں میں دل لگائے وہیں بیٹھے نہ رہو۔ بلاشبہ تمہاری یہ بات نبی کے لئے تکلیف دہ ہے مگر وہ شرم کی وجہ سے کچھ نہیں کہتے اور اللہ حق بات بیان کرنے سے نہیں شرماتا اور جب تمہیں ان (ازواج مطہرات) سے کوئی چیز مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو۔ یہ بات تمہارے دلوں اور ان کے دلوں کے لئے زیادہ پاکیزہ ہے۔ تمہارے لئے یہ جائز نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو ایذا دو اور نہ یہ (ہی جائز ہے) کہ تم ان کے بعد کبھی بھی ان کی بیویوں سے نکاح کرو۔ یقیناً یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑا (گناہ) ہے۔ تم خواہ کوئی چیز ظاہر کرو یا اسے چھپاؤ تو بلاشبہ اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ (الاحزاب: ۵۳، ۵۴)

فقہ القرآن: اس آیت کے شان نزول میں درج ذیل احادیث مروی ہیں:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں اس آیت پر وہ (کے شان نزول) کے متعلق سب سے زیادہ جانتا ہوں، جب سیدہ زینب رضی اللہ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کیا اور وہ آپ کے ساتھ آپ کے گھر ہی میں تھیں تو آپ نے کھانا تیار کروا کر لوگوں کو (ولیعہ کی) دعوت دی۔ (کھانے سے فارغ ہونے کے بعد) لوگ بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم (کبھی) باہر جاتے اور (کبھی) اندر تشریف لاتے۔ (تا کہ لوگ اٹھ جائیں) لیکن لوگ بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ تو (پھر) یہ آیت نازل ہوئی ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ...﴾ إلى قوله من وراء حجاب پس پردہ ڈال دیا گیا اور لوگ اٹھ کر (چلے) گئے۔ [صحیح بخاری: ۴۹۲، صحیح مسلم: ۱۴۲۸ (۳۵۰۵)]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رات کے وقت مناصع کی طرف قضائے حاجت کے لئے جاتیں اور وہ [مناصع] ایک کھلا میدان ہے۔ تو سیدنا عمر، نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے کہ اپنی بیویوں کو پردہ کرائیے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (وحی نہ آنے کی وجہ سے) ایسا نہ کیا، ایک رات عشاء کے قریب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اہلیہ سودہ بنت زمعہ جو دراز قد عورت تھیں (قضائے حاجت کے لئے) گئیں۔ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے انھیں آواز دی (اور فرمایا: اے سودہ! ہم نے آپ کو پہچان لیا ہے اور ان کی یہ خواہش تھی کہ پردے کا حکم نازل ہو، تو (اس کے بعد) اللہ نے آیت حجاب نازل فرمائی۔ [صحیح بخاری: ۱۴۶، صحیح مسلم: ۲۱۷۰ (۵۶۷۱)]

اس آیت میں دو احکام ہیں: ① پردہ ② اسلامی معاشرتی آداب

لہذا مذکورہ احادیث میں شان نزول کے اعتبار سے کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ ایک ہی آیت میں دونوں حکم مذکور ہیں۔

☆ اس آیت کو آیت پردہ کہا جاتا ہے۔ آیت میں بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں کیلئے خاص ہے۔ لیکن سورہ نور آیت (۲۷) کی رو سے یہ حکم عام ہے اور تمام

مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس پر عمل پیرا ہوں۔

☆ نبی ﷺ کے کمال اخلاق کا بیان کہ اذیت برداشت کرنے کے باوجود لوگوں سے یہ کہتے ہوئے حیا فرماتے ہیں کہ اٹھ کر چلے جاؤ۔

☆ دعوت کے موقع پر پہلے سے جا کر نہیں بیٹھ جانا چاہئے کہ کب پکے اور کب کھائیں بلکہ جب کھانا تیار ہو جائے تو پھر جانا چاہئے اور جب کھانے سے فارغ ہو جائیں تو لمبی گپیں ہانکنے کے بجائے اپنا اور اپنے میزبان کے قیمتی وقت کے ضیاع سے اجتناب کرتے ہوئے اپنے گھر کی راہ لینی چاہئے۔ قرآن مجید کا یہ حکم اپنے اندر بہت سی حکمتیں سمیٹے ہوئے ہے۔

☆ اجنبی عورت سے مخاطب ہونے کی صورت میں حجاب (پردے) کی مشروعیت واضح ہو رہی ہے اور اس میں حکمت یہ بتلائی کہ ﴿ذَلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ﴾ کیونکہ یہ طریقہ ہر قسم کے شبہ سے بعید تر ہے۔ یہاں یہ بات ذہن نشین رہنی چاہئے کہ اگر یہ طریقہ امہات المؤمنین کے دلوں کی پاکیزگی کا ذریعہ ہے تو عام عورتیں بالخصوص موجودہ دور کی عورتیں اس کی زیادہ مستحق ہیں اور جو لوگ اسے نبی ﷺ کی ازواج مطہرات کے ساتھ خاص کرنے کے درپے ہیں، ان کے لئے لمحہ فکریہ ہے!

الشیخ عبدالرحمن السعدی رحمہ اللہ لکھتے ہیں: ”انسان شر کی طرف دعوت دینے والے اسباب سے جتنا دور رہے گا تو یہ چیز اس کے قلب کے لئے اتنی ہی زیادہ سلامتی اور پاکیزگی کا باعث ہوگی..... بُرائی کے تمام وسائل، اسباب اور مقدمات ممنوع ہیں اور ہر طریقے سے ان سے دور رہنا مشروع ہے۔“ (تفسیر السعدی ۳/۲۱۶ طبع دار السلام)

چہرے کے پردے کے دلائل اپنے مقام پر آئیں گے۔ (ان شاء اللہ)

☆ وفات النبی ﷺ کے بعد ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح حرام ہے اور اس حرمت کا مکمل لحاظ رکھا گیا ہے۔

تنبیہ: جن عورتوں سے رسول اللہ ﷺ نے نکاح کیا لیکن مباشرت سے قبل ہی جدائی ہو گئی، جیسے امیمہ بنت شراحیل (بخاری: ۵۲۵۶) تو قول راجح میں وہ امہات المؤمنین میں

شامل نہیں ہیں۔ واللہ اعلم  
☆ امام بغوی رحمہ اللہ ﴿إِنَّ ذَلِكُمْ كَانَ عِنْدَ اللَّهِ عَظِيمًا﴾ کی تفسیر میں لکھتے ہیں:  
”أي ذنباً عظيماً“ یعنی (اللہ کے نزدیک) بہت بڑا گناہ ہے۔ (تفسیر بغوی ۵۴۱/۳)  
☆ کسی بھی چیز (خواہشات) کا اظہار یا وہ سینے ہی میں محفوظ رہے، دونوں صورتوں میں  
اللہ تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں رہ سکتیں (إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ) اس میں دلوں کی  
اصلاح کی طرف اشارہ ہے۔ واللہ اعلم

### حسد اور ایک مشہور ضعیف روایت

(سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منسوب) ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:  
(إياكم والحسد فإن الحسد يأكل الحسنات كما تأكل النار الحطب))  
حسد سے بچو کیونکہ حسد نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جیسے آگ (خشک) لکڑیوں کو کھا جاتی  
ہے۔ (سنن ابی داؤد: ۴۹۰۳)  
یہ روایت (بالحاظ سند) ضعیف ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی جدا براہیم (ابراہیم بن ابی  
اسید کا دادا) مجہول ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا: ”لا يعرف“ یہ پہچانا نہیں جاتا۔  
(تقریب التہذیب: ۸۵۰۳)  
ایسی ایک روایت سنن ابن ماجہ میں (سیدنا) انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ (ج ۲۲۱۰)  
اس روایت کا راوی عیسیٰ بن ابی عیسیٰ الحنطی: متروک ہے۔ (تقریب التہذیب: ۵۳۱۷)  
اس راوی پر یحییٰ بن سعید القطان، یحییٰ بن معین، ابو حاتم الرازی، عمرو بن علی الفلاس، احمد  
بن حنبل اور دارقطنی وغیرہم نے شدید جرح کی ہے۔ دیکھئے کتاب الجرح والتعديل (ج ۶  
ص ۲۸۹) وسوالات البرقانی للدارقطنی (۳۸۷) اور عام کتب اسماء الرجال۔  
(یاد رہے کہ حسد کرنا حرام ہے اور حسد کا رد قرآن و حدیث سے ثابت ہے لیکن درج بالا  
روایت ثابت نہیں ہے لہذا اسے بغیر جرح کے بیان نہیں کرنا چاہئے۔)  
[حافظ عبدالحق قدوسی بن حافظ عبدالمنان شاہد الحنان۔ گوجرانوالہ]

حافظ زبیر علی زئی

## اضواء المصابیح

عقیدہ تقدیر اور بال کی کھال.....!

[۹۶] وعن عبد الله بن عمرو قال: خرج رسول الله ﷺ وفي يديه كتابان فقال: ((أتدرون ما هذان الكتابان؟)) قلنا: لا، يا رسول الله! إلا أن تخبرنا، فقال للذي في يده اليمنى: ((هذا كتاب من رب العالمين، فيه أسماء أهل الجنة وأسماء آبائهم وقبائلهم ثم أجمل على آخرهم فلا يزداد فيهم ولا ينقص منهم أبداً)) ثم قال للذي في شماله: ((هذا كتاب من رب العالمين، فيه أسماء أهل النار وأسماء آبائهم وقبائلهم ثم أجمل على آخرهم فلا يزداد فيهم ولا ينقص منهم أبداً)) فقال أصحابه: ففيم العمل يا رسول الله! إن كان أمر قد فرغ منه؟ فقال: ((سدّدوا وقاربوا فإن صاحب الجنة يختم له بعمل أهل الجنة وإن عمل أي عمل وإن صاحب النار يختم له بعمل أهل النار وإن عمل أي عمل)) ثم قال رسول الله ﷺ فنبذهما بيديه ثم قال: ((فرغ ربكم من العباد فريق في الجنة وفريق في السعير)).

(سیدنا) عبد اللہ بن عمرو (بن العاص رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ (ہمارے پاس) تشریف لائے اور آپ کے دونوں ہاتھوں میں دو کتابیں تھیں، پھر آپ نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ یہ دو کتابیں کیا ہیں؟ ہم نے کہا: نہیں یا رسول اللہ! الا یہ کہ آپ ہمیں بتادیں۔ آپ نے دائیں ہاتھ والی کتاب کے بارے میں فرمایا: یہ رب العالمین کی کتاب ہے، اس میں جنتیوں اور ان کے آباء و قبائل کے نام ہیں۔ پھر آخر میں انھیں بطور خلاصہ مجمل بیان کر دیا گیا ہے پس ان میں نہ کبھی زیادتی ہوگی اور نہ کمی ہوگی۔ پھر آپ نے بائیں ہاتھ والی کتاب کے بارے میں فرمایا: یہ رب العالمین کی کتاب ہے، اس میں دوزخیوں اور ان کے آباء و



قبائل کے نام ہیں۔ پھر آخر میں انھیں بطور خلاصہ مجمل بیان کر دیا گیا ہے، پس ان میں نہ کبھی زیادتی ہوگی اور نہ کمی ہوگی۔ آپ کے صحابہ نے پوچھا: یا رسول اللہ! اگر پہلے سے فیصلہ ہو چکا ہے تو پھر عمل کی کیا ضرورت ہے؟ تو آپ نے فرمایا: مضبوط رہو اور قربت اختیار کرو کیونکہ جنتی شخص کا خاتمہ اہل جنت کے عمل پر ہوگا۔ اگرچہ وہ (پہلے) جو بھی اعمال کرتا رہا ہو اور دوزخی شخص کا خاتمہ اہل جہنم کے عمل پر ہوگا اگرچہ وہ (پہلے) جو بھی اعمال کرتا رہا ہو۔ پھر آپ نے دونوں ہاتھوں سے اشارہ کیا اور دونوں کتابیں پھینک دیں۔ پھر فرمایا: تمہارا رب اپنے بندوں (کے امور) سے فارغ ہو چکا ہے ﴿فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ﴾ ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ جہنم میں ہوگا۔ (الشوری: ۷) اسے ترمذی (۲۱۴۱) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس حدیث کی سند حسن ہے۔ اسے احمد بن حنبل (۱۶۷۲/۲ ح ۶۵۶۳) نسائی (السنن الکبریٰ: ۱۱۴۷۳) ابن ابی عاصم (السنن: ۳۴۸) عثمان بن سعید الدارمی (الروایۃ الجلیلیہ: ۲۶۳) جعفر بن محمد الفریابی (کتاب القدر: ۴۵، ۴۶) بیہقی (کتاب القضاء والقدر: ۵۶، ۵۷) ابوبکر الآجری (الشریعہ ص ۱۳، ۱۴ ح ۳۳۳، ۳۳۴) اور ابونعیم الاصبہانی (حلیۃ الاولیاء ۵/۱۶۸) وغیرہم نے ابوقبیل جی بن ہانی المعافری عن شفی بن ماتع عن عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی سند سے بیان کیا ہے۔ امام ترمذی نے فرمایا: ”ہذا حدیث حسن صحیح غریب“ اور اسے عبد اللہ بن وہب (کتاب القدر: ۱۳) اور ابن جریر (تفسیر طبری ۵/۲۵) نے ابوقبیل عن شفی عن رجل من اصحاب النبی ﷺ کی سند سے روایت کیا ہے۔

شفی بن ماتع ثقہ راوی ہیں۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۲۸۱۳)

ابوقبیل جی بن ہانی کو امام یحییٰ بن معین اور جمہور محدثین نے ثقہ و صدوق قرار دیا ہے لہذا وہ حسن الحدیث ہیں۔ ان پر بذریعہ ساجی امام یحییٰ بن معین کی طرف منسوب جرح ثابت نہیں ہے۔ مسند امام احمد کے ”محققین“ کا الموسوعۃ الحدیثیہ میں اسے شاذ اور جمہور کے خلاف جرح کی بنیاد پر اس روایت کو ”اسنادہ ضعیف“ کہنا غلط و مردود ہے۔

فقہ الحدیث:

- ① عقیدہ تقدیر برحق ہے۔ ② ہر آدمی کا اپنے باپ کی طرف منسوب ہونا صحیح ہے۔
- ③ ثبوت کے بعد قبائل کی طرف انتساب صحیح ہے۔
- ④ دونوں ہاتھوں میں دینی کتابیں پکڑنا صحیح ہے۔
- ⑤ چونکہ کسی کو بھی یہ معلوم نہیں کہ اللہ کی تقدیر میں اس کے بارے میں کیا لکھا ہوا ہے لہذا موت تک ہر لحاظ سے صحیح عقیدے کے ساتھ کتاب و سنت پر عمل کرتے رہنا چاہئے تاکہ خاتمہ ایمان پر ہو۔

[۹۷] وعن أبي خزيمة عن أبيه قال: قلت: يا رسول الله! أرايت رقي نسترقها ودواء ننداوى به وتقاة نتقيها هل ترد من قدر الله شيئاً؟ قال: ((هي من قدر الله)) رواه أحمد، والترمذي، وابن ماجه.

ابوخزامہ کے والد سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! آپ کا کیا خیال ہے کہ ہم دم کرتے ہیں، دوا سے علاج کرتے ہیں اور (دیگر) حفاظتی تدبیریں اختیار کرتے ہیں، کیا ان سے اللہ کی تقدیر بدل سکتی ہے؟ آپ نے فرمایا: یہ (سب بھی) تقدیر میں سے ہیں۔ اسے احمد (۴۲۱/۳ ح ۱۵۵۵۱-۱۵۵۵۴) ترمذی (۲۰۶۵) وقال: حسن صحیح غریب (اور ابن ماجہ (۳۴۳۷) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ ابوخزامہ کو امام ترمذی کے علاوہ کسی نے بھی ثقہ نہیں قرار دیا۔ چونکہ امام ترمذی تصحیح و تحسین میں متساہل تھے لہذا جب تک کوئی دوسرے معتبر محدث ان کی تائید نہ کریں تو راوی مجہول یا مجروح ہی رہتا ہے۔ صورت مذکورہ میں ابوخزامہ مجہول الحال راوی ہے اور صحابی نہیں ہے۔ اگر اس روایت کو صحیح ثابت کر دیا جائے تو پھر یہ اہل سنت کی دلیل ہے کہ عقیدہ تقدیر برحق ہے۔

[۹۸] وعن أبي هريرة قال: خرج علينا رسول الله ﷺ، ونحن نتنازع في القدر فغضب حتى احمر وجهه حتى كأنما فقيء في وجنتيه حب



الرمان فقال: (( أبهذا أمرتم ؟ أم بهذا أرسلت إليكم ؟ إنما هلك من كان قبلكم حين تنازعوا في هذا الأمر ، عزمت عليكم عزمت عليكم ألا تنازعوا فيه )) رواه الترمذي .

(سیدنا) ابو ہریرہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور ہم تقدیر کے بارے میں اختلاف کر رہے تھے تو غصے کی وجہ سے آپ کا چہرہ سرخ ہو گیا گویا آپ کے رخساروں پر انار نچوڑ دیا گیا ہو، پھر آپ نے فرمایا: کیا تمہیں اس کا حکم دیا گیا ہے؟ کیا میں اس کے ساتھ تمہارے پاس بھیجا گیا ہوں؟ تم سے پہلے لوگ اس وجہ سے (بھی) ہلاک ہوئے کہ انہوں نے اس (تقدیر) کے بارے میں اختلاف کیا تھا۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اس بارے میں اختلاف نہ کرو۔ اسے ترمذی (۲۱۳۳) وقال: غریب) نے روایت کیا ہے۔ تحقیق الحدیث: اس روایت کی سند ضعیف ہے۔ اس کا راوی صالح بن بشیر المری زاہد واعظ ہونے کے ساتھ جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر نے کہا: ضعیف (تقریب التہذیب: ۲۸۴۵)

امام یحییٰ بن معین نے اسے ”ضعیف الحدیث“ عمرو بن علی الفلاس اور ابو حاتم الرازی نے ”منکر الحدیث“ الخ قرار دیا ہے۔ (الجرح والتعديل ۳۹۶/۴ و اسانیدہ صحیحہ) نیز دیکھئے آنے والی روایت: ۹۹

[۹۹] وروی ابن ماجہ نحوه عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده . ابن ماجہ (۸۵) نے اسی طرح ”عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده“ کی سند سے روایت کی ہے۔

تحقیق الحدیث: ابن ماجہ والی روایت کی سند حسن ہے۔ اسے احمد بن حنبل نے بھی روایت کیا ہے۔ (المسند ۱۷۸/۲) بوصیری نے زوائد میں کہا: ”هذا إسناد صحيح“ ابن ماجہ والی روایت کا متن یہ ہے:

(سیدنا) عبد اللہ بن عمرو بن العاص (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ

اپنے صحابہ کے پاس تشریف لائے اور وہ (صحابہ) تقدیر کے بارے میں جھگڑ رہے تھے۔ گویا غصے کی وجہ سے آپ کے چہرے پر انارنچوڑ دیا گیا ہو، پھر آپ نے فرمایا: اس کا تمہیں حکم دیا گیا ہے؟ کیا تم اس لئے پیدا کئے گئے ہو؟ تم بعض قرآن کو بعض سے ٹکرا رہے ہو۔ تم سے پہلی امتیں اس وجہ سے (بھی) ہلاک ہوئی ہیں۔

عبداللہ بن عمرو (رضی اللہ عنہ) نے فرمایا: میں نے کبھی یہ پسند نہیں کیا کہ میں آپ کی کسی مجلس میں پیچھے رہوں سوائے اس مجلس کے یعنی کاش میں اس مجلس میں نہ ہوتا۔

تنبیہ: اس روایت کے راوی عمرو بن شعیب بالاتفاق ثقہ تابعی ہیں۔ جمہور محدثین کے نزدیک عمرو بن شعیب عن أبیہ عن جدہ والی سند صحیح، حسن اور حجت ہوتی ہے۔

دیکھئے فتاویٰ ابن تیمیہ (۸/۱۸) تہذیب السنن لابن القیم (۳۷۶/۳) الترغیب والترہیب (۵۷۴/۵) نصب الرایۃ (۵۸۱) معارف السنن للنبوری الدیوبندی (۳۱۵/۳) محاسن الاصطلاح شرح مقدمۃ ابن الصلاح للبلقینی (ص ۲۸۱) اور راقم الحروف کی کتاب الکواکب الدریت فی وجوب الفاتحۃ خلف الامام فی الجبریت (ص ۳۲-۳۷)

عبدالرشید نعمانی دیوبندی تقلیدی لکھتے ہیں: ”اکثر محدثین عمرو بن شعیب کی ان حدیثوں کو حجت مانتے ہیں اور صحیح سمجھتے ہیں۔“ (ابن ماجہ اور علم حدیث ص ۱۴۱) جمہور محدثین کی اس توثیق کے مقابلے میں بعض لوگوں کا اس سلسلہ سند پر جرح کرنا مردود ہے۔ فقہ الحدیث:

- ① تقدیر کے بارے میں اختلاف کرنا اور بال کی کھال اتارنے کی کوشش کرنا ممنوع ہے۔
- ② عقیدہ تقدیر پر ایمان واجب ہے اور کریدنے والے سوالات سے اجتناب کرنا چاہئے۔
- ③ کتاب و سنت کے منافی کاموں پر غصے کا اظہار بالکل صحیح بلکہ شانِ ایمان ہے۔
- ④ قرآن کو قرآن سے ٹکرانا (اور حدیث کو حدیث یا قرآن سے ٹکرانا) غلط و باطل ہے۔
- ⑤ اختلاف برائے اختلاف جس میں اصلاح کی غرض ہو نہ مقصود علم تو ایسا اختلاف ہلاکت کے اسباب میں سے ہے۔

حافظ زبیر علی زئی

## توضیح الاحکام

### قصیدہ بردہ کی حقیقت

سوال: امام بوصیری جن کا قصیدہ بردہ شریف مشہور ہے اور عموماً ٹی وی پر بھی نشر ہوتا ہے۔ اس کی کیا حقیقت ہے؟ امام بوصیری نام کا شخص کون ہے؟ [عبدالقدوس السلفی]  
الجواب: بوصیری لقب کے دو آدمی زیادہ مشہور ہیں:

۱: حافظ شہاب الدین ابوالعباس احمد بن ابی بکر بن اسماعیل البوصیری القاہری آپ ۷۶۲ھ میں پیدا ہوئے اور ۸۴۰ھ میں اٹھتر سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ آپ حافظ بلقینی، حافظ عراقی، حافظ بیہقی اور حافظ ابن حجر وغیرہم کے شاگرد تھے۔ آپ کی کتابوں میں زوائد سنن ابن ماجہ اور اتحاف الخیرۃ المبرۃ فی زوائد المسانید العشرۃ بہت مشہور ہیں۔ آپ کے استاد حافظ ابن حجر نے اپنی کتاب انباء الغمر (۴۳۱/۸) میں آپ کی تعریف کی ہے۔ بوصیری مذکور کے حالات درج ذیل کتابوں میں موجود ہیں:

انباء الغمر، الضوء اللامع للسخاوی (۲۵۱/۱) حسن المحاضرہ للسیوطی (۳۶۳/۱) شذرات الذهب (۲۳۳/۷) النجوم الزاہرہ (۲۰۹/۱۵) ذیل طبقات الحفاظ (۳۷۹) وغیرہ۔ وہ ”الشیخ المفید الصالح المحدث الفاضل“ تھے لیکن ان کے مزاج میں حدت تھی اور ان کے خط میں متون و اسماء کی تحریفات کثیرہ تھیں۔ رحمہ اللہ

۲: محمد بن سعید بن حماد بن حسن البوصیری الولاسی، ولادت ۶۰۸ھ اور وفات ۶۹۵ھ ہے۔ یہ شخص حافظ ابن حجر و حافظ ذہبی سے پہلے گزرا ہے لیکن میرے علم کے مطابق کسی محدث نے اس کا ذکر نہیں کیا اور نہ اس کا ثقہ و صدوق یا موثق ہونا حدیث کے کسی قابل اعتماد عالم سے ثابت ہے، معلوم ہوا کہ یہ ایک مجہول الحال شاعر تھا۔

قصیدہ بردہ میں غلو سے بھرپور اور کتاب و سنت کے خلاف اشعار موجود ہیں۔ مثلاً:

الفصل العاشر في ذكر المناجات و عرض الحاجات میں لکھا ہوا ہے:

”یا اکرّم الخلق مالی من ألّو ذبه سواک عند حلول الحادث العمم  
اے بزرگترین مخلوقات یا اے بہترین رسل بوقت نزول حادثہ عظیم و عام کے آپ کے سوا  
کوئی ایسا نہیں ہے جس کی میں پناہ میں آؤں۔ صرف آپ ہی کا بھروسہ ہے۔“

(عطر الوردہ فی شرح البردہ، ترجمہ از ذوالفقار علی دیوبندی ص ۸۵)

یہ کہنا کہ عظیم حادثوں میں صرف نبی کریم ﷺ کی ہی پناہ اور بھروسہ ہے، قرآن مجید  
اور صحیح احادیث کے خلاف ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿وَمَا تَنْصُرُوا إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ الْعَزِيزِ الْحَكِيمِ﴾ اور مدد نہیں  
مگر اللہ غالب حکمت والے کے پاس سے۔ (آل عمران: ۱۲۶، ترجمہ احمد رضا خان بریلوی ص ۱۰۶)  
معلوم ہوا کہ مافوق الاسباب مدد کرنا صرف اللہ تعالیٰ ہی کی صفت خاصہ ہے لہذا اس مدد  
کے لئے رسول اللہ ﷺ کو مخاطب کرنا غلط ہے۔

سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کا اس آدمی کے بارے میں ارشاد مبارک ہے جو کہتا ہے  
یا کہے گا: ”یا رسول اللہ! أعطني“ یا رسول اللہ! میری مدد کریں۔ (( لا أملك لك  
شیئاً )) میں تیرے لئے کسی چیز کا مالک نہیں ہوں۔ (صحیح بخاری: ۳۰۷۳، صحیح مسلم: ۱۸۳۱)  
اس صحیح حدیث کی تائید سورۃ الاعراف کی آیت نمبر ۱۸۸ سے بھی ہوتی ہے۔ واضح  
رہے کہ صحیح حدیث بذات خود حجت ہے چاہے عقائد و احکام کا مسئلہ ہو یا فضائل و مناقب کا  
اور چاہے اس کی تائید قرآن مجید میں واضح طور پر موجود ہو یا نہ ہو، ہر حال میں صحیح حدیث  
حجت ہے۔ واللہ

فائدہ: قصیدہ بردہ میں ایک شعر لکھا ہوا ہے کہ

”فمبلغ العلم فيه أنه بشر وأنه خير خلق الله كلهم“

ہے ہمارے علم اور تحقیق کی غایت یہی تھا وہ انسان اور انسانوں میں افضل اور تم

(قصیدہ بردہ مع ترجمہ ملک محمد اشرف نقشبندی ص ۳۲)

ترجمے میں غالباً: ”اور اتم“ کے الفاظ ہیں۔ واللہ اعلم  
اس شعر میں بوسیری صاحب نے نبی کریم اور نور ہدایت سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کو  
بشر اور خیر خلق اللہ کلہم قرار دیا ہے، جبکہ بعض لوگ بشر کے لفظ سے چڑتے ہیں۔

### صحیح حدیث اور درایت

سوال: کیا یوں کہنا درست ہے کہ فلاں حدیث سنداً تو صحیح ہے مگر متناً ضعیف ہے یا روایتاً  
صحیح ہے درایتاً ضعیف ہے۔ علم حدیث کی دو (۲) اقسام بعض نصابی کتب، ایم اے  
اسلامیات، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، میں لکھی ہوئی ہیں:

۱۔ علم الروایۃ ۲۔ علم الدراریۃ

کیا یہ تقسیم محدثین کے ہاں معروف ہے یا موجودہ تجدید کی اُتج ہے۔ [عبدالقدوس السلفی]  
الجواب: اگر کوئی حدیث معلول ہونے یا شذوذ کی وجہ سے ضعیف ہو تو یہ کہنا درست ہے  
کہ فلاں حدیث (بظاہر) سنداً تو صحیح ہے مگر متناً ضعیف ہے۔ کیونکہ یہ روایت علتِ قادحہ  
ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

علتِ قادحہ اور معلول ہونے کا فیصلہ صرف محدثینِ کرام اور علمِ عللِ حدیث کے  
ماہرین ہی کر سکتے ہیں۔

”بظاہر“ کی قید ہٹا کر کہنا کہ ”فلاں حدیث سنداً صحیح ہے مگر متناً ضعیف ہے یا روایتاً صحیح ہے  
درایتاً ضعیف ہے۔“ غلط ہے۔ جو حدیث سنداً صحیح ہو، شاذ یا معلول نہ ہو اور محدثین نے  
اسے صحیح قرار دیا ہو تو وہ ہمیشہ صحیح ہی ہوتی ہے اور اس کا متن بھی ہمیشہ صحیح ہی ہوتا ہے۔  
رہا بعض بظاہر صحیح نظر آنے والی سندوں کا معاملہ جن کا متن ضعیف یا وہم ہوتا ہے تو ان کے ضعیف  
یا وہم ہونے کا ثبوت بذریعہ محدثین اس روایت میں شذوذ اور علتِ قادحہ سے ملتا ہے۔  
اہل حدیث (محدثین کرام اور ان کے عوام) کا اس پر اجماع ہے کہ صحیح حدیث کے لئے پانچ  
شرطیں ہیں:

(۱) ہر راوی عادل ہو (۲) ہر راوی ضابط ہو (۳) سند متصل ہو (۴) شاذ نہ ہو (۵) معلول نہ ہو۔

اس پر اہل حدیث کا اجماع ہے۔ دیکھئے مقدمۃ ابن الصلاح مع شرح العراقي (ص ۲۰) شاذ اور معلول کا تعلق درایت سے ہے۔

تنبیہ: جس راوی پر بعض محدثین کی جرح ہو اور جمہور محدثین نے اسے ثقہ و صدوق قرار دیا ہو ایسا راوی ضابط ہونے میں کمی کی وجہ سے حسن الحدیث ہوتا ہے اور اس کی حدیث حسن لذاتہ ہوتی ہے۔ صحیح اور حسن لذاتہ دونوں حدیثیں حجت ہیں۔ والحمد للہ علم الروایہ کی ایک شاخ علم الدرایہ (معلول اور شاذ ہونے کا علم) ہے۔ جدید دور میں بعض متجددین اور منکرین حدیث کا علم الروایہ کو علیحدہ اور علم الدرایہ کو علیحدہ قرار دے کر صحیح احادیث کو قرآن مجید یا بعض الناس کی عقل وغیرہ کے خلاف سمجھ کر رد کر دینا باطل و مردود ہے۔

### محدثین اور تقلیدی فقہاء کا اختلاف

سوال: کیا فقہاء و محدثین میں اصول حدیث یا قبول حدیث میں کوئی اختلاف ہے؟ سنا ہے تدریب الراوی کے اندر ایسی کوئی بحث موجود ہے کہ فقہاء کے ہاں جو معیار احادیث کے قبول کرنے کا ہے وہ محدثین سے مختلف ہے۔ اس لئے ائمہ اربعہ کا خصوصاً امام ابوحنیفہ کا محدثین سے اختلاف رہا ہے۔ (عبدالقدوس السنانی)

الجواب: صحیح حدیث کی پانچ شرائط: عدل، ضبط، اتصال، عدم شذوذ اور عدم علتِ قادحہ پر توسب کا اتفاق ہے۔ بعض جزوی مسائل اور فروع میں محدثین کرام اور بعض اہل علم کا آپس میں اختلاف ہے مثلاً:

① ثقہ کی زیادت عدم شذوذ کی صورت میں مطلقاً مقبول ہوتی ہے یا اسے مخالفت قرار دیا جاتا ہے۔

② بعض راویوں کی جرح و تعدیل میں اختلاف ہے۔



اگر فقہاء سے تقلیدی اور فرقہ پرست فقہاء مراد نہ ہوں تو محدثین اور فقہاء ایک ہی گروہ کے مترادف صفاقی نام اور القاب ہیں، مثلاً امام بخاری رحمہ اللہ حدیث کے امام اور امیر المؤمنین فی الحدیث تھے، ان کے بارے میں حافظ ابن حجر فرماتے ہیں:

”وإمام الدنيا في فقه الحديث“ (تقریب التہذیب: ۵۷۲)

یعنی امام بخاری زبردست محدث و فقیہ ہونے کے ساتھ فقہاء کے سردار تھے۔  
صحیح مسلم کے مصنف امام مسلم رحمہ اللہ مشہور محدث تھے، جن کے بارے میں حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: ”عالم بالفقہ“ فقہ کے عالم تھے۔ (تقریب التہذیب: ۶۶۳)  
یہ کہنا کہ محدثین علیحدہ ہیں اور فقہاء علیحدہ ہیں، غلط ہے۔

یہ تسلیم ہے کہ تقلیدی اور فرقہ پرست فقہاء علیحدہ چیز ہیں جو اپنی مرضی والی مرسل روایات کو حجت سمجھتے ہیں اور جب مرضی کے خلاف مرسل روایت ہو تو فوراً اسے مرسل یا منقطع کہہ کر رد کر دیتے ہیں۔ زمانہ تدوین حدیث گزرنے کے بعد راویوں پر جرح و تعدیل کا عمل بھی ان کی مرضی کے تابع ہوتا ہے۔ مثلاً انور شاہ کشمیری دیوبندی فرماتے ہیں: ”میں نے ان لوگوں کو آزمایا ہے، یہ متناقض اصول بناتے ہیں، پس اس کے بعد ان سے اور کیا امید کی جاسکتی ہے، ان میں سے کوئی شخص جب اپنے مذہب کے موافق ضعیف حدیث پاتا ہے تو یہ قانون بنادیتا ہے کہ تعدد طرق کی وجہ سے ضعف اٹھ جاتا ہے اور جب اپنے مذہب کے خلاف کوئی صحیح حدیث پاتا ہے تو (فوراً) قانون بنادیتا ہے کہ یہ شاذ ہے۔“ الخ

(فیض الباری ج ۲ ص ۳۳۸، راقم الحروف کی کتاب: تعداد رکعات قیام رمضان کا تحقیقی جائزہ ص ۵۰)

تدریب الراوی وغیرہ کتابوں میں بہت سے صحیح وضعیف، ثابت و غیر ثابت اور موافق و متعارض اقوال ملتے ہیں جن کا صرف ایک علاج ہے کہ ہر قول کی سند تلاش کر کے اس کی تحقیق کے بعد ہی اس سے استدلال کیا جائے اور غیر ثابت ہونے کی صورت میں اسے مردود اور ناقابل حجت قرار دے کر پھینک دیا جائے۔

تنبیہ: تقلیدی فقہاء کے نام نہاد اصول کا ثبوت باسناد صحیح ائمہ اربعہ سے نہیں ملتا مثلاً

بعض الناس کہتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ یا امام مالک کے نزدیک مرسل حجت ہے حالانکہ اس بات کا کوئی ثبوت یا سند صحیح یا حسن موجود نہیں ہے۔ تقلیدی فقہاء کی خواہشات نفسانیہ کو چھوڑ کر اگر مسلم عند الفریقین محدثین و فقہائے محدثین کی طرف رجوع کیا جائے تو حدیث کے صحیح یا ضعیف ہونے کا مسئلہ فوراً حل ہو جاتا ہے اور اسی میں نجات ہے۔ وما علینا إلا البلاغ (۲۴ فروری ۲۰۰۷ء)

سوال: السلام علیکم، آپ کی خدمت میں روزنامہ ایکسپریس مورخہ ۲۳ فروری ۲۰۰۷ء کا تراشہ بھیج رہا ہوں۔ اس میں مفتی منیب الرحمن نے ”مسجد میں جماعت ثانی کا حکم“ کے عنوان سے ایک سوال کا تفصیلاً جواب دیا ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ صحیح احادیث کی روشنی میں، جماعت ثانی کے متعلق دیئے گئے جواب پر تفصیلی روشنی ڈالئے تاکہ نماز جیسے اہم رکن کے متعلق Confusion (پریشانی) دور ہو سکے۔ (اشفاق احمد ملک، راولپنڈی)

منیب الرحمن صاحب کا مضمون مع سوال و جواب درج ذیل ہے:

”مسجد میں جماعت ثانی کا حکم“ مفتی منیب الرحمن

سوال: ہم یہ دیکھتے چلے آئے ہیں کہ مسجد میں ایک جماعت کے بعد دوسری جماعت بھی کی جاتی ہے، لیکن میں نے مسجد بلال ماڑی پور میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ مسجد میں دوسری جماعت کرنا مکروہ تحریمی ہے۔ وضاحت فرمادیجئے۔ (سید صفی اللہ شاہ، گڑھی نواب، بٹگرام)

جواب: نبی کریم ﷺ نے نماز باجماعت کے بے شمار فضائل بیان فرمائے ہیں اور ترک جماعت پر وعید بھی فرمائی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا، ”منافقین پر سب سے زیادہ دشوار، عشاء اور فجر کی نماز ہے۔ اگر ان لوگوں کو ان نمازوں کا ثواب معلوم ہو جائے تو انھیں پڑھنے ضرور آئیں گے، خواہ انھیں گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑے۔ میں نے ارادہ کیا تھا کہ ایک شخص کو نماز پڑھانے کا حکم دوں، پھر چند لوگوں کے ساتھ لکڑیوں کا گٹھ لے کر ان لوگوں کے پاس جاؤں جو جماعت میں نہیں آتے اور ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔“ (صحیح مسلم)

بشری تقاضے کے تحت اگر کسی شرعی عذر کی بناء پر جماعت چھوٹ جائے تو نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کے لئے جماعت کے اجر کا اہتمام فرمایا اور ترغیب دی۔

حضرت ابوسعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص (مسجد نبوی میں) آیا، رسول کریمؐ نماز پڑھ چکے تھے (یعنی جماعت ہو چکی تھی) تو (رسولؐ نے) فرمایا: ”کون ہے جو اس کے ساتھ (جماعت کے ثواب کی) تجارت کرے؟“

تو ایک شخص کھڑا ہوا اور اس نے اس شخص کے ساتھ (نفل کی نیت کر کے باجماعت) نماز پڑھی۔ (سنن ترمذی)  
اسی طرح رسول پاکؐ نے ایک شخص کو دیکھا کہ تنہا نماز پڑھ رہا ہے۔ آپؐ نے فرمایا ”کوئی شخص ہے جو اس پر  
(جماعت کے ثواب کا) صدقہ کرے اور اس کے ساتھ (نفل کی نیت کر کے باجماعت) نماز پڑھے؟“ (سنن ابی داؤد)  
مسجد میں جماعت ثانی کے متعلق علامہ نظام الدین لکھتے ہیں، ”مسجد میں جب امام مقرر ہو اور پابندی سے  
جماعت ہوتی ہو اور وہاں کے رہنے والے باجماعت نماز پڑھتے ہوں تو ایسی مسجد میں اذان ثانی کے ساتھ جماعت  
ثانیہ جائز نہیں ہے البتہ جب وہ بغیر اذان کے جماعت کے ساتھ نماز ادا کریں تو بالاتفاق دوسری جماعت جائز ہے،  
جیسے شارع عام کی مسجد میں جائز ہے۔“ (فتاویٰ عالمگیری)

علامہ علاء الدین حصکفی لکھتے ہیں: ”مسجد محلہ میں اذان و اقامت کے ساتھ دوسری جماعت مکروہ ہے، مگر جو مسجد  
شارع عام پر ہو یا جس مسجد میں امام و مؤذن مقرر نہ ہوں (اس میں جماعت ثانی مکروہ) نہیں ہے۔“  
علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں: ”مسجد محلہ میں اذان و اقامت کے ساتھ جماعت کی تکرار مکروہ ہے،  
مگر اس صورت میں کہ پہلے غیر محلہ والوں نے وہاں اذان و اقامت کے ساتھ جماعت کرائی ہو یا اہل محلہ نے آہستہ  
اذان دے کر جماعت کروائی ہو (مکروہ نہیں ہے) اور اگر اہل محلہ نے اذان و اقامت کے بغیر جماعت کی تکرار کی تو  
یہ بالاتفاق جائز ہے یا اگر مسجد شارع عام پر ہے تو (جماعت ثانی) بالاتفاق تکرار جماعت جائز ہے، جیسا کہ اس مسجد  
کا حکم ہے، جس کے لئے امام و مؤذن مقرر نہ ہو اور لوگ اس میں گروہ درگروہ نماز ادا کرتے ہوں، وہاں افضل یہ ہے  
کہ ہر فریق اپنی اپنی اذان و اقامت کے ساتھ الگ الگ نماز پڑھے۔“ فقہائے احناف کا معتمد مذہب یہ ہے کہ  
دوسری جماعت اذان کے اعادے کے ساتھ مکروہ ہے اور بلا اعادہ اذان دوبارہ جماعت کرانے میں کوئی حرج نہیں،  
جب کہ وہ جماعت ثانی جماعت اولیٰ کی ہیئت پر نہ ہو۔

علامہ ابن عابدین شامی لکھتے ہیں۔ امام ابو یوسف سے روایت ہے کہ جب جماعت پہلی ہیئت پر نہ ہو تو  
مکروہ نہیں ورنہ مکروہ ہے، یہی صحیح ہے اور مخراب سے ہٹ کر ادا کرنے سے ہیئت بدل جاتی ہے۔  
امام احمد رضا قادری نے ایک ہی مسجد میں جماعت ثانیہ قائم کرنے کے مسئلے پر ایک مستقل رسالہ تصنیف  
فرمایا ہے جس میں آپؐ نے تقریباً 12 ممکنہ صورتیں اور ان کے احکام بیان فرمائے ہیں۔ ان میں آج کل کے  
حالات کی مناسبت سے چند اہم صورتیں یہ ہیں:

(1) جو مسجد شارع عام، بس اسٹینڈ، ریلوے اسٹیشن، ایئر پورٹ یا سرائے وغیرہ کی ہے، جہاں لوگوں  
کے قافلے آتے رہتے ہیں، وہاں نئی اذان و اقامت کے ساتھ کسی کراہت کے بغیر تکرار جماعت  
جائز ہے۔

(2) ایک مسجد کسی محلے یا بستی کے لئے ہے، وہاں کچھ اجنبی لوگ یا مسافر اذان و اقامت کے ساتھ

جماعت کر کے چلے گئے تو اہل محلہ کے لیے دوبارہ اذان و اقامت کے ساتھ جماعت کرانا جائز ہے، کیوں کہ اس مسجد میں اقامت جماعت انہی لوگوں کا حق ہے۔ جیسے اصولاً تو نماز جنازہ کی تکرار جائز نہیں ہے، لیکن اگر ولی کی اجازت کے بغیر دوسرے لوگوں نے نماز جنازہ پڑھ لی تو ولی کو اعادے کا حق ہے۔ (3) محلے یا بستی کی جماعت میں بعض اہل محلہ نے اذان کے بغیر جماعت کر لی تو بھی وہاں اذان و اقامت کے ساتھ تکرار جماعت جائز ہے۔ (4) محلے یا بستی کی مسجد میں کچھ لوگوں نے آہستہ اذان دے کر جماعت کر لی تو اہل محلہ کا دوبارہ اذان و اقامت کے ساتھ جماعت کرانا جائز ہے، کیونکہ اذان کا اصل مقصد اعلان عام ہے جو آہستہ اذان اول سے حاصل نہیں ہوا۔

(5) امام کسی دوسرے مسلک کا ہو، مثلاً شافعی اور اس کے بارے میں ظن غالب یا یقین ہو کہ وہ بعض فقہی مسائل میں ایسا طریقہ اختیار کرتا ہے کہ مسلک حنفی کے مطابق وضو نہیں ہوتا، مثلاً (الف) وہ پچھنا لگوانے کے بعد نماز کے لیے دوبارہ وضو نہیں کرتا (ب) جسم کی کسی عضو یا مقام سے خون نکل کر بہہ جانے سے دوبارہ وضو نہیں کرتا (ج) نماز کے اندر تہقہ لگا کر ہنسنے سے نماز تو بالا تفاق فاسد ہو جاتی ہے، مگر شوافع کے نزدیک وضو نہیں ٹوٹتا، اور اب شافعی امام ایسی صورت میں احتیاط پر عمل کرتے ہوئے نماز کے لیے وضو کا اعادہ نہیں کرتا (د) امام شافعی المسلک ہے اور وہ وضو کرتے وقت احتیاط پر عمل کرتے ہوئے چوتھائی سر یا اس سے زیادہ کا مسح نہیں کرتا، بلکہ چند بالوں کے مسح پر اکتفا کرتا ہے۔ ان تمام صورتوں میں چوں کہ احناف کے نزدیک وضو یا ہوتا ہی نہیں ہے یا فاسد ہو جاتا ہے تو اس سے نماز ادا نہیں کی جاسکتی، اب اگر کہیں صورت حال ایسی ہے کہ امام شافعی المسلک ہے اور یہ جاننے کے باوجود کہ اس کے مقتدی سب کے سب یا اکثر حنفی ہیں اور وہ مندرجہ بالا مسائل میں احتیاط پر عمل نہیں کرتا تو حنفی اپنی نماز کی حفاظت کے لیے جماعت ثانی کر سکتے ہیں۔

(6) پہلی جماعت میں امام ایسی قرأت کرتا ہے جو موجب فساد نماز ہے۔ (7) ظن غالب یا یقین کی حد تک معلوم ہے کہ پہلی جماعت کا امام تو بن الوہیت و رسالت کا مرتکب ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں کہ اب محل نظر صرف ایک صورت رہی کہ مسجد محلہ میں اہل محلہ نے بہ اذان و اقامت بروجہ سنت امام موافق المذہب سالم العقیدہ، متقی مسائل داں، صحیح خواں کے ساتھ جماعت اولیٰ خالی عن الکراہت ادا کر لی، پھر باقی ماندہ لوگ آئے، انھیں دوبارہ اس مسجد میں جماعت قائم کرنے کی اجازت ہے یا نہیں؟ اور ہے تو بہ کراہت یا بے کراہت، اس بارے میں عین تحقیق و حق و شیق و حاصل انیق و نظر دقیق و اثر توفیق یہ ہے کہ اس صورت میں تکرار جماعت بہ اعادہ اذان ہمارے نزدیک ممنوع و بدعت

ہے۔ یہی ہمارے امام کا مذہب و مہذب و ظاہر الروایہ ہے۔  
متن متین مجمع البحرین، وبحر الرائق علامہ زین میں ہے کہ مسجد محلہ میں دوسری اذان کے ساتھ تکرار  
جماعت جائز نہیں۔ (البحر الرائق)

فقہائے کرام نے ایک ہی مسجد میں ”جماعت ثانیہ“ پر اس لیے تفصیل کے ساتھ گفتگو فرمائی کہ لوگ بلا  
ضرورت و بلا جواز شرعی اسے انتشار کا ذریعہ نہ بنائیں اور دانستہ فتنہ و تفریق بین المسلمین کا سبب نہ بنیں۔“  
جواب الجواب: وعلیکم السلام ورحمة اللہ، اما بعد:

آپ کا خط ملا جس میں مفتی منیب الرحمن کا مضمون ”مسجد میں جماعت ثانی کا حکم“ مطبوعہ  
روزنامہ ایکسپریس ۲۳ فروری ۲۰۰۷ء (جمعة المبارک) لف (Attached) ہے۔ راقم  
الحروف نے اس مضمون کا مطالعہ کیا۔ اس مضمون کا خلاصہ درج ذیل ہے:

- ۱۔ نماز باجماعت کے بے شمار فضائل ہیں جیسا کہ صحیح مسلم (وغیرہ) سے ثابت ہیں۔
- ۲۔ اگر کسی شرعی عذر سے جماعت رہ جائے تو دوسری جماعت کا اجر ہے جیسا کہ سنن ترمذی  
وسنن ابی داؤد کی احادیث سے ثابت ہے۔
- ۳۔ حنفی حنفی، ابن عابدین شامی حنفی اور احمد رضا بریلوی نے یہ کہا ہے اور فتاویٰ عالمگیری  
اور البحر الرائق وغیرہ حنفی کتابوں میں یہ لکھا ہوا ہے۔!
- ۴۔ حنفی (و تقلیدی لوگ) اپنی نماز کی حفاظت کے لئے جماعت ثانی کر سکتے ہیں بحوالہ احمد  
رضا خان بریلوی۔

۵۔ مسجد محلہ میں دوسری اذان کے ساتھ تکرار جماعت جائز نہیں بحوالہ البحر الرائق۔  
عرض ہے کہ اول الذکر: نماز باجماعت کے فضائل پر سب کا اتفاق ہے۔ سوم، چہارم اور پنجم  
کا تعلق قرآن و حدیث کے دلائل سے نہیں بلکہ فقہ حنفی و فقہ بریلوی وغیرہما سے ہے جس کا  
جواب دینے کی ہمیں کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ان اقوال و فتاویٰ کا شرعی حجت ہونا ہی  
ثابت نہیں ہے۔ دوم کے سلسلے میں عرض ہے کہ سنن ترمذی (۲۲۰) و سنن ابی داؤد (۵۵۴)  
کی حدیث کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک آدمی کو جماعت ہو جانے کے بعد اکیلے نماز پڑھتے ہوئے  
دیکھا گیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((ألا رجل يتصدق على هذا فيصلي معه؟))

کیا کوئی ایسا آدمی نہیں ہے جو (ثواب کی تجارت کرتے ہوئے) اس آدمی پر صدقہ کرے اور اس کے ساتھ مل کر نماز (باجماعت) پڑھے؟ (واللفظ لابی داود: ۵۵۴)

سنن ترمذی میں اس حدیث کے آخر میں یہ اضافہ ہے کہ ایک آدمی نے کھڑے ہو کر اس جماعت سے رہنے والے آدمی کے ساتھ مل کر نماز باجماعت پڑھی۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اسے امام ترمذی نے ”حسن“ ابن خزیمہ (۱۶۳۲) ابن حبان (موارد الظمآن: ۴۳۶-۴۳۸) حاکم (۲۰۹/۱) ذہبی اور حافظ ابن حجر (فتح الباری ۴۲/۲ تحت ح ۶۵۸) نے صحیح قرار دیا ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ (مسجد کے امام یا انتظامیہ کی اجازت سے) دوسری جماعت بغیر کسی کراہت کے جائز ہے۔ امام ترمذی فرماتے ہیں کہ یہی قول کئی صحابہ اور تابعین کا ہے کہ جس مسجد میں جماعت ہو چکی ہو تو دوسری جماعت جائز ہے اور یہی قول (امام) احمد اور (امام) اسحاق (بن راہویہ) کا ہے۔ (سنن الترمذی ص ۶۲ باب ماجاء فی الجماعۃ فی المسجد قد صلی فیہ مرۃ) سنن دارقطنی (۱۰۶۸ ح ۲۷۱) میں اس حدیث کا ایک حسن شاہد (تائید کرنے والی روایت) بھی ہے جس کے بارے میں زبیلی حنفی نے کہا: ”وسندہ جید“ اور اس کی سند اچھی ہے۔ (نصب الراية ۵۸/۱)

سیدنا انس رضی اللہ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک جگہ تشریف لے گئے، وہاں فجر کی نماز باجماعت ہو چکی تھی تو انھوں نے ایک آدمی کو اذان دینے کا حکم دیا پھر انھوں نے نماز فجر سے پہلی دو رکعتیں پڑھیں پھر انھوں نے اقامت کا حکم دیا اور آگے ہو کر اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھائی۔ (دیکھئے مصنف ابن ابی شیبہ ج ۲ ص ۳۲۱ ح ۷۰۹۳ وسندہ صحیح، وقال الحافظ ابن حجر فی تغلیق التعلیق [۲۷۷/۲]: ”ھذا الإسناد صحیح موقوف“ صحیح البخاری قبل ح: ۶۴۶)

محدث محمد بن ابراہیم بن المنذر النیسابوری رحمہ اللہ (متوفی ۳۱۸ھ) فرماتے ہیں جو آدمی اس (جماعت ثانیہ) سے منع کرتا ہے یا مکروہ سمجھتا ہے، ہمارے علم کے مطابق اس کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ (الاوسط فی السنن والایجام والاختلاف ج ۳ ص ۲۱۸)

ایک صحیح حدیث میں آیا ہے کہ (( ولا تؤمن الرجل فی اہلہ ولا فی سلطانہ



ولا تجلس علی تکرمتہ فی بیتہ إلا أن يأذن لك أو یا ذنہ (( تم کسی آدمی کے گھر میں یا اس کی سلطنت (زیر اختیار جگہ) میں اُس کی امامت نہ کرو اور نہ اس کے گھر میں اس کی مسند تکریم پر بیٹھو الا یہ کہ وہ تمہیں اجازت دے یا اس کی اجازت ہو۔

(صحیح مسلم: ۶۷۳ [۱۵۳۵])

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کسی مسجد میں اس کے امام یا انتظامیہ کی مرضی اور اجازت کے بغیر دوسری جماعت نہیں کرنی چاہئے۔ راستوں پر جو مسجدیں بغیر مستقل امام کے ہیں، ان میں عرفاً ہر ایک کے لئے جماعت ثانیہ یا ثالثہ وغیرہ کی اجازت ہوتی ہے۔

تنبیہ (۱): منیب الرحمن صاحب کے مردود علیہ مضمون میں اور بھی کئی باتیں قابل رد ہیں مثلاً نبی کریم ﷺ پر پورا درود نہ لکھنا اور صرف ”ص“ لکھنا وغیرہ۔

تنبیہ (۲): راقم الحروف نے اپنی کتاب ”بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم“ میں یہ ثابت کیا ہے کہ اہل حق کو اہل بدعت کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہئے۔ وما علینا الا البلاغ

[۴ مارچ ۲۰۰۷ء]

## شذرات الذهب

سیدنا مقدم بن معد یکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (( ما ملأ آدمی وعاء شراً من بطن، بحسب ابن آدم أكلات یقمن صلبه فإن کان لا محالة فثلث لطعامه وثلث لشرابه وثلث لنفسه )) آدمی (اپنے) پیٹ سے زیادہ بُرا کوئی برتن نہیں بھرتا، انسان کے لئے چند نوالے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ سیدھی رکھیں اگر (زیادہ) کھانا ضروری ہو تو ایک تہائی کھانے کے لئے، ایک تہائی پینے کے لئے اور ایک تہائی سانس کے لئے رکھنا چاہئے۔ (سنن الترمذی: ۲۳۸۰ وقال: ”هذا حدیث حسن صحیح“ مسند احمد ۱۳۲/۲ ج ۱۸۶ و سندہ حسن متصل، صحیح ابن حبان/ الاحسان: ۶۷۳ والجامع ۳۳۱/۲ ج ۹۴۵ ووافقا للذہبی)

ابوالزیر محمد بن دوست محمد خان علی زئی

حافظ ندیم ظہیر

## فضائل اعمال

نبی ﷺ پر درود و سلام پڑھنے کی فضیلت

[۱۱۳] سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے۔

(صحیح مسلم: ۴۰۸ [۹۱۳])

فوائد:

نبی اکرم ﷺ پر درود پڑھنا نہ صرف فضیلت والا عمل ہے بلکہ اس کے بارے میں پُر زور تاکید بھی وارد ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ بلاشبہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجو۔

(الاحزاب: ۵۶)

لفظ ”صلوة“ کی نسبت جب اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو اس سے مراد رحمت الہی اور اللہ کا اپنے نبی ﷺ کی ثناء بیان کرنا ہے۔ اگر فرشتوں کی طرف ہو تو مراد استغفار و دعا ہے اور یہی نسبت لوگوں کی طرف ہو تو اس سے مراد دعا اور درود وغیرہ ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ درود و سلام سے کون سا درود مراد ہے۔ آیا ”الصلوة والسلام علیک یا رسول اللہ“ والا خود ساختہ و بے اصل درود یا پھر کوئی اور....؟ درود و سلام کی وضاحت میں متعدد صحیح روایات ذخیرۂ احادیث میں موجود ہیں جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

سیدنا کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا، اے اللہ کے رسول! ہم نے یہ تو جان لیا کہ آپ پر سلام کیسے بھیجنا ہے، (لیکن) ہم آپ پر درود کیسے بھیجیں؟ آپ نے فرمایا: یہ پڑھا کرو ((اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی

مُحَمَّدٌ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ  
مَجِيدٌ، اللَّهُمَّ بَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ  
إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ (صحیح مسلم واللفظ لہ: ۴۰۶ [۹۰۸] بخاری: ۴۷۹۷)

سیدنا ابوسعود انصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف  
لائے اور ہم سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ سے بشیر بن سعد نے  
پوچھا: اے اللہ کے رسول! ہمیں اللہ تعالیٰ نے آپ پر درود پڑھنے کا حکم دیا ہے، پس ہم آپ  
پر کیسے درود پڑھیں؟ رسول اللہ ﷺ خاموش رہے، یہاں تک کہ ہم نے آرزو کی کہ وہ آپ  
سے سوال ہی نہ کرتے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: یہ پڑھا کرو اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى  
مُحَمَّدٍ، وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، وَبَارِكْ عَلَى مُحَمَّدٍ،  
وَعَلَى آلِ مُحَمَّدٍ، كَمَا بَارَكْتَ عَلَى آلِ إِبْرَاهِيمَ، إِنَّكَ حَمِيدٌ مَجِيدٌ۔  
اور سلام (اسی طرح ہے) جیسا کہ تم جانتے ہو۔ (صحیح مسلم: ۴۰۵ [۹۰۷])

سلام سے مراد نماز میں پڑھا جانے والا ”التحيات لله والصلوات...“ ہے۔  
مذکورہ بالا احادیث صحیحہ سے درود و سلام کا تعین ہو گیا ہے۔ اب یہ اعتراض بھی پیدا ہو سکتا  
ہے کہ پھر لکھتے وقت یا نبی ﷺ کا نام مبارک سننے کے بعد مذکورہ درود و سلام کے بجائے  
”صلی اللہ علیہ وسلم“ کے کلمات کیوں کہے جاتے ہیں؟ تو عرض ہے کہ صرف ”صلی اللہ علیہ وسلم“ کہنا بھی صحیح  
حدیث سے ثابت ہے، دیکھئے صحیح مسلم (۲/۳۹۲ ح ۲۸۹۷) دوسرا یہ کہ محدثین کا اس پر  
اجماع ہے۔

اہم تنبیہ: بعض حضرات نبی اکرم ﷺ کا نام لکھ کر صلعم یا ۴ وغیرہ کی علامت بنا دیتے  
ہیں، شرعی لحاظ سے یہ طریقہ قطعاً درست نہیں بلکہ مذموم ہے۔

[۱۱۴] سیدنا ابو طلحہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ تشریف لائے  
اور آپ کے چہرے پر خوشی (نمایاں) تھی۔ ہم نے عرض کیا (یا رسول اللہ!) ہم آپ کے  
چہرے پر خوشی (کے آثار) دیکھتے ہیں، آپ نے فرمایا: میرے پاس فرشتے نے آکر کہا:

اے محمد (ﷺ) آپ کا رب فرماتا ہے: کیا آپ (اس بات سے) خوش نہیں ہوتے کہ جو آپ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا میں اس پر دس رحمتیں نازل فرماؤں گا اور جو آپ پر ایک مرتبہ سلام بھیجے گا میں اس پر دس بار سلامتی بھیجوں گا۔ (سنن نسائی: ۱۲۸۴، وسندہ حسن)

[۱۱۵] سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے، اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے اور اس کے دس گناہ معاف کر دیتا ہے اور اس کے دس درجات بلند فرما دیتا ہے۔ (سنن النسائی: ۱۲۹۸، وسندہ صحیح)

### قریب الموت لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کہنا

[۱۱۶] سیدنا ابوسعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قریب الموت لوگوں کو لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی تلقین کیا کرو۔ (صحیح مسلم: ۹۱۶، ۹۱۷، ۲۱۲۳، ۲۱۲۵)

[۱۱۷] سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص کا آخری کلام لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ ہو وہ جنت میں داخل ہو گیا۔ (سنن ابی داؤد: ۳۱۱۶، وسندہ حسن)

فوائد:

مذکورہ بالا دونوں حدیثوں میں ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ کی اہمیت و فضیلت کا ذکر ہے۔ پہلی حدیث کی حکمت ثانی الذکر حدیث میں ہے کہ اگر قریب المرگ تلقین قبول کر لے تو اس کا آخری کلام ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ“ ہوگا جو جنت میں داخلے کا ذریعہ ہے۔

بعض علماء کے نزدیک قریب الموت شخص کو کلمہ کی تلقین نہیں کرنی چاہئے! اور وہ یہ احتمال پیش کرتے ہیں کہ ممکن ہے وہ شدت کرب و اذیت کی بنا پر کلمہ پڑھنے سے انکار کر دے اور اس کا خاتمہ بالخیر نہ ہو! لیکن یہ صرف احتمال ہی ہے، راجح یہی ہے کہ قریب الموت آدمی کو کلمہ کی تلقین کرنی چاہئے۔

### اعلان

ماہنامہ الحدیث حضور کے تمام خریداروں سے درخواست کی جاتی ہے کہ تمام واجبات [مکتبہ الحدیث، حضور ضلع اٹک] کے پتے پر بھیجا کریں۔ (ادارہ)

محمد صدیق رضا

## غیر ثابت قصے

اکیاونواں (۵۱) قصہ: شیر کا ابن ابی لہب کو قتل کر دینے کا قصہ:

ابونوئل بن ابی عقرب اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ابولہب کا بیٹا لہب رسول اللہ ﷺ کی شان اقدس میں بکواس کیا کرتا اور آپ کو بددعا دیا کرتا تھا۔ ایک دن اللہ کے رسول ﷺ کھڑے ہوئے اور دعا فرمائی: اے اللہ! اس پر اپنا کتا مسلط کر دے۔

ابولہب شام کی طرف کپڑے کی تجارت کرتا تھا اور ان کپڑوں کے ساتھ اپنے بیٹے خدام اور معاونین کو بھیج دیتا اور کہتا: میں اپنے اس بیٹے پر محمد ﷺ کی بددعا سے خائف ہوں پس وہ اس کے ساتھ عہد و پیمان کرتے (کہ اس کی خاص حفاظت کریں گے) وہ جب کسی منزل پر ٹھہرتے تو اس لڑکے کو دیوار کے ساتھ چمٹا لیتے اور اسے کپڑے اور سامان سے چھپا لیتے، وہ ایک عرصہ تک یہی کرتے رہے (ایک بار) ایک درندہ آیا اسے کھینچ کر نکالا اور اسے قتل کر ڈالا۔ جب ابولہب تک یہ خبر پہنچی تو اس نے کہا:

کیا میں تم سے نہیں کہا کرتا تھا کہ میں اس پر محمد (ﷺ) کی بددعا سے خائف ہوں؟

(یہ ضعیف و مضطرب روایت ہے)

تخریج: دلائل النبوة للبیہقی (۳۳۸/۲) دلائل النبوة لاسماعیل الاصہبانی

(ص ۲۲۰) دلائل النبوة لابی نعیم (ص ۴۵۴) المستدرک للحاکم (۵۳۹/۲)

جرح: اس روایت کی سند میں عباس بن الفضل ازرق راوی ہے جو متہم بالکذب ہے۔

دیکھئے میزان الاعتدال (۳۸۵/۲)

اس کی دوسری سند محمد بن اسحاق کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ غرض یہ روایت اپنے تمام طرق کے ساتھ ضعیف و ناقابل حجت ہے۔

باونواں (۵۲) قصہ: مشرکین میں سے ایک شخص کے غارِ (ثور) تک پہنچ جانے کا قصہ:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ مجھ سے ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا: مشرکین میں سے ایک شخص غارِ ثور کے دہانے تک پہنچ گیا۔ حتیٰ کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے بالکل سامنے پیشاب کرنے لگا۔ میں نے کہا: یا رسول اللہ! کیا یہ شخص ہمیں دیکھ نہیں رہا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر اس نے ہمیں دیکھا ہوتا تو یہ کبھی اپنی شرمگاہ ہمارے سامنے نہ کرتا۔

تخریج: مسند ابی یعلیٰ (۴۷/۱)

جرح: اس روایت کی سند مردود ہے اور اس میں دو بڑی علتیں ہیں:

- ① موسیٰ بن مطیر متروک الحدیث راوی ہے، اس پر کئی محدثین کی جرح منقول ہے۔
- ② موسیٰ کا والد مطیر بن ابی خالد ہے جو کہ متروک الحدیث، ضعیف الحدیث ہے۔ لہذا یہ روایت موضوع و من گھڑت ہے۔

حوالے: میزان الاعتدال (۱۲۹/۴، ۲۳۳) الجرح والتعدیل (۳۹۴/۸) مجمع الزوائد (۵۴/۶) علامات النبوة للبویری (۱۷۱)

ترپنواں (۵۳) قصہ: ایک لمبی داڑھی والے شخص کا قصہ:

عثمان بن الاسود سے مروی ہے کہ اس نے مجاہد (تابعی) کو یہ کہتے ہوئے سنا: نبی کریم ﷺ نے ایک لمبی داڑھی والے شخص کو دیکھا تو فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کیوں اپنی شکل بگاڑتا ہے؟ اور کہا آپ ﷺ نے ایک پراگندہ سر شخص کو دیکھا تو فرمایا: اس سے باز آ جاؤ یا اپنے بال سنوار کر رکھو یا سر منڈالو۔

تخریج: المراسیل لابن داود (۴۴۸) اس روایت کا ایک شاہد بھی ہے کہ نبی ﷺ نے ایک شخص کو دیکھا، اس کے سر اور داڑھی کے بال پراگندہ تھے۔ نبی ﷺ نے اس کے سر اور



داڑھی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا: اپنی داڑھی اور سر کے بالوں میں سے کچھ کاٹ لو۔

(شعب الایمان ۲۲۱/۵)

جرح: مرا سیل والی روایت مروان بن معاویہ الفزاری کی تالیس کی وجہ سے ضعیف ہے اور اس کا شاہد عبدالملک بن احسین النخعی کے شدید ضعف کی بنا پر منکر و ضعیف ہے۔  
حوالے: تہذیب التہذیب (۲۴۰/۱۲)

چونواں (۵۴) قصہ: ابوالمنذر ہشام بن محمد بن السائب الکلبی کا قصہ:

ہشام بن الکلبی سے روایت ہے اس نے کہا کہ میں نے وہ کچھ یاد کیا جو کسی نے بھی نہیں کیا اور میں وہ کچھ بھول گیا جو کوئی بھی نہ بھولا، میرے ایک چچا تھے جو حفظ قرآن پر مجھ پر سختی کیا کرتے تھے، تو میں ایک گھر میں داخل ہوا اور قسم کھائی کہ یہاں سے اس وقت تک نہیں نکلوں گا جب تک قرآن مجید حفظ نہ کر لوں۔ تو میں نے تین دن میں قرآن مجید حفظ کر لیا۔ ایک دن میں نے آئینہ دیکھا تو میں نے اپنی داڑھی پکڑ لی تاکہ مٹھی بھر سے زیادہ داڑھی کاٹ لوں، تو میں نے ایک مٹھی سے اوپر تک کاٹ ڈالی۔ (یہ باطل قصہ ہے۔)  
شیخ فوزی فرماتے ہیں:

یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حافظ ذہبی نے فرمایا: کلبی سے متعلق جو زبانی و دیگر محدثین نے فرمایا: یہ کذاب ہے، ابن حبان نے فرمایا: دین میں اس کا مذہب و منہج اور اس میں جھوٹ کا واضح ہونا ہی کافی ہے کہ اس کی حیثیت میں غور کرنے کی کوئی احتیاج ہو۔ ابن عساکر نے فرمایا: رافضی ہے ثقہ نہیں ہے۔ امام بخاری و دارقطنی نے فرمایا: متروک راوی ہے۔  
تخریج: تاریخ بغداد (۴۶، ۴۵/۱۴)

جرح: ہشام سخت مجروح بلکہ متہم بالکذب راوی ہے لہذا یہ قصہ باطل ہے۔

حوالے: سیر اعلام النبلاء (۱۰۲/۱۰) میزان الاعتدال (۸۰۴/۴) لسان المیزان (۹۱/۳)  
جدید نسخہ ۲۶۹/۷، ۲۷۰ (المحرر وحین لابن حبان)

### چھپنواں (۵۵) قصہ: سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے انفاق کا قصہ:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سیدنا بلال رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لائے، آپ نے ان کے ہاں کھجوروں کا ایک ڈھیر پایا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے بلال یہ کیا ہے؟“ عرض کی: کھجوریں ہیں میں انھیں ذخیرہ کر رہا ہوں! آپ نے فرمایا: تجھ پر حیرت ہے اے بلال! کیا تو اس بات سے نہیں ڈرتا کہ جہنم میں اس ڈھیر کے لئے بھاپ ہو؟ اے بلال! اسے (اللہ کی راہ میں) خرچ کر ڈالو اور عرش والے سے قلت کا خوف نہ رکھو۔ (یہ منکر روایت ہے۔)

تخریج: دلائل النبوة للبيهقي (۳۴۷/۱) الضعفاء الكبير للعقيلي (۱۵۱/۱) حلية الاولياء (۲۸۰/۲) معرفة الصحابة (۸۵/۳) المعجم الكبير للطبراني (۳۴۱/۱) المعجم الاوسط (۸۶/۳) مسند بزار (۲۵۱/۴) جرح: اس روایت کی سند میں بکار بن محمد بن عبد اللہ السمری ضعیف اور صاحب مناکیر راوی تھا۔ دیکھئے میزان الاعتدال (۳۴۱/۱) المغنی فی الضعفاء (۱۱۱/۱) لسان المیزان (۴۴۶/۲) الضعفاء لابن جوزی (۱۴۷/۱)

اس روایت کی دوسری سند مبارک بن فضالہ کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ (اتقریب: ۶۴۶/۳) معلوم ہوا کہ مذکورہ روایت ضعیف ہے۔

### چھپنواں (۵۶) قصہ: سیدنا ابو بکر صدیق و سیدنا عمر رضی اللہ عنہما کا ایک خادم کے ساتھ قصہ:

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرمایا: عرب لوگ سفر میں ایک دوسرے کی خدمت کیا کرتے تھے، ایک بار ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ ایک شخص تھا جو ان کی خدمت کیا کرتا تھا، یہ دونوں سو گئے جب جاگے تو خادم نے ان کے لئے کھانا تیار نہیں کیا تھا۔ تو ان دونوں میں سے کسی ایک نے اپنے ساتھی سے کہا کہ یہ خادم تو نبی ﷺ کی طرح سو رہا ہے اور اسے جگا دیا۔ پھر انھوں نے اس خادم سے کہا: رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو

اور ان سے عرض کرو کہ ابو بکر و عمر (رضی اللہ عنہما) آپ کو سلام عرض کرتے ہیں اور وہ (کھانے کے لئے) سالن مانگ رہے ہیں۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ان دونوں کو (بھی) سلام کہہ دو اور کہو کہ وہ دونوں تو سالن کے ساتھ کھانا کھا چکے ہیں۔ (جب خادم نے آکر یہ فرمان سنایا) تو وہ دونوں ہی پریشان ہوئے اور نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی: یا رسول اللہ! ہم نے آپ سے سالن مانگنے کے لئے بندہ بھیجا تو آپ نے ان سے فرمایا کہ وہ دونوں سالن کھا چکے ہیں، کس چیز سے ہم نے بطور سالن کھانا کھایا؟

تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اپنے بھائی کے گوشت سے (جب تم نے اس کی نیند پر تبصرہ کیا، گویا اس کی غیبت کر دی) اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! یقیناً میں اس کا گوشت تم دونوں کی کچلیوں (نوک دار دانتوں) کے درمیان دیکھ رہا ہوں۔ تو دونوں نے عرض کی اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارے لئے مغفرت طلب کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: وہی تمہارے لئے مغفرت طلب کرے۔ (یہ منکر روایت ہے۔)

تخریج: المختارہ للمقصدی (۱/۵۷) مساوی الاخلاق للحرطی (۱۸۶ح)

[تنبیہ: اس روایت کی سند حسن لذاتہ ہے لہذا شیخ فوزی کا اسے ضعیف وغیر ثابت قرار دینا درست نہیں ہے، اس روایت سے مراد غیبت کی مذمت ہے۔ حافظ زبیر علی زئی]

ستاونواں (۵۷) قصہ: ابو لہب کی بیوی کا قصہ:

سیدنا عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرمایا: جب یہ آیت نازل ہوئی کہ

﴿بَكَتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَتَبَّ﴾ (لہب: ۱)

تو ابو لہب کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی طرف آئی اس وقت آپ کے ساتھ سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی تھے، ابو بکر نے جب اسے دیکھا تو عرض کی: اے اللہ کے رسول! ﷺ، یقیناً یہ ایک بدگورورت ہے، میں اس بات سے خائف ہوں کہ یہ آپ کو (اپنی زبان سے) ایذا پہنچائے، اگر آپ یہاں سے تشریف لے جائیں (تو مناسب ہوگا)!

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ مجھے ہرگز نہ دیکھ پائے گی۔ وہ آگئی اور اس نے کہا: اے ابوبکر! آپ کے صاحب (ﷺ) نے میری ہجو کی ہے۔ سیدنا ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ آپ شاعر نہیں ہیں (اور یہ کام تو شاعر کرتے ہیں) تو اس عورت نے کہا: آپ میرے نزدیک سچے ہیں اور لوٹ گئی، ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! کیا اس نے آپ کو نہ دیکھا! تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک فرشتہ مسلسل اپنے پروں سے مجھے اس سے چھپائے ہوئے تھا۔ (یہ ضعیف روایت ہے)

تخریج: مسند ابی یعلیٰ (۳۴۱، ۳۴۶/۴) ابن حبان (۱۵۲۸) دلائل النبوة لابی نعیم (ص ۱۹۳) مسند بزار (۸۳۳)

جرح: اس روایت کی سند میں عطاء بن السائب مختلط راوی ہیں۔ (الکواکب النیرات لابن الکیال ص ۳۱۹) نیز اس روایت کا ایک شاہد ہے لیکن وہ بھی ضعیف ہے کیونکہ تدرس راوی مجہول ہے لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔

اٹھاونواں (۵۸) قصہ: سیدنا عمرو بن الجموح کا قصہ اپنے صنم ”مناتہ“ کے ساتھ: محمد بن اسحاق سے مروی ہے کہ جب انصار رسول اللہ ﷺ سے بیعت کرنے کے بعد مدینہ لوٹے تو وہاں اسلام غالب ہوا۔ ان کی قوم میں کچھ لوگ تھے جو اپنے مشرکانہ دین پر باقی تھے۔ انہی میں ایک سیدنا عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ تھے۔ ان کے بیٹے معاذ بیعت عقبہ میں شریک تھے اور رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی۔ عمرو بن الجموح بنی سلمہ کے سرداروں میں سے ایک سردار تھے اور ان کے معزز لوگوں میں سے ایک معزز شخص تھے، انھوں نے اپنے گھر میں لکڑی کا تراشیدہ ایک بت رکھا ہوا تھا جسے ”مناتہ“ کہا جاتا تھا جیسا کہ اس دور کے شرفاء کرتے تھے، وہ اسے اپنا ”إله“ بنائے ہوئے تھے۔ اسے صاف ستھرا رکھتے، جب بنی سلمہ کے جوانوں نے اسلام قبول کیا جیسے معاذ بن جبل، اور عمرو کے بیٹے معاذ بن عمرو بھی ان جوانوں میں سے تھے، جنھوں نے اسلام قبول کیا اور بیعت عقبہ میں شامل ہوئے۔ رضی اللہ عنہم

تو یہ لوگ عمرو کے بت کے پاس آتے، اسے اٹھاتے اور بنی سلمہ کے بعض گڑھوں میں سے کسی گڑھے میں اسے پھینک دیتے جس میں لوگوں کا پاخانہ گندگی وغیرہ ہوتی۔ اس میں یہ بت اوندھے منہ پڑا رہتا۔

جب عمرو صبح اٹھتے (اپنے بت کو غائب پا کر) کہتے: تمہارا ناس ہو! آج رات کس نے ہمارے ”الہ“ کے ساتھ دشمنی کی؟ پھر اسے تلاش کرتے رہتے جب وہ مل جاتا تو اسے نہلاتے، صاف ستھرا کرتے، خوشبو لگاتے پھر کہتے: اللہ کی قسم اگر میں جان لوں کہ کس نے تمہارے ساتھ یہ سلوک کیا ہے تو میں ضرور اسے ذلیل و خوار کر دوں۔

جب عمرو شام کرتے اور (رات کو) سو جاتے تو یہ جوان دوبارہ اس کے بت کے خلاف اس طرح کی کارروائی کرتے۔ جب کئی بار ایسا ہوا تو عمرو نے ایک دن اس بت کو وہاں سے اٹھایا جہاں جوانوں نے پھینک دیا تھا۔ پھر اسے نہلا دھلا کر صاف ستھرا کر کے خوشبو لگا کر رکھا اور ایک تلوار لے آئے اور تلوار اس کی گردن پر لٹکا دی اور کہا: اللہ کی قسم! مجھے نہیں معلوم کہ کون تمہارے ساتھ یہ سلوک کرتا ہے جو ہم دیکھتے رہتے ہیں۔ پس اگر تجھ میں کچھ بھلائی ہے تو اس تلوار سے جو تیرے پاس ہے اسے باز رکھنا۔

جب شام ہوئی عمرو سو گئے تو جوانوں نے پھر سے اس بت کے خلاف کارروائی کی۔ اسے اٹھایا اور تلوار اس کی گردن میں لٹکی ہوئی تھی۔ پھر ایک مردار کتے کو لیا اور رسی کے ساتھ اس کو اس کتے کے ساتھ باندھ دیا۔ پھر بنی سلمہ کے کسی کنویں میں اسے ڈال دیا جس میں لوگوں کی گندگی ہوتی۔ عمرو نے جب صبح کی تو بت کو وہاں نہ پایا جہاں وہ تھا، وہ بت کی تلاش میں نکل پڑے یہاں تک کہ انھوں نے اس بت کو اس کنویں میں ایک مردار کتے کے ساتھ ملا ہوا پایا۔ جب انھوں نے اس کا یہ حال دیکھا تو اپنی قوم میں سے جس نے اسلام قبول کیا تھا اس سے بات کی، اسلام قبول کر لیا اور بہت خوب اسلام قبول کیا۔ (یہ منکر روایت ہے۔) **تخریج: دلائل النبوة لابی نعیم (ص ۳۱۰)**

جرح: یہ روایت انقطاع کی وجہ سے ضعیف ہے۔

عرض مترجم: محمد بن اسحاق ثقہ راوی ہیں لیکن انھوں نے یقیناً صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دور نہیں دیکھا جب انھوں نے اس کی کوئی سند بیان نہیں کی تو انقطاع کی وجہ سے یہ روایت ضعیف و غیر ثابت ہے۔ افسوس کہ بعض لوگ مزے لے لے کر یہ قصہ بیان کرتے رہتے ہیں۔  
انسٹھواں (۵۹) قصہ: سیدنا ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سیگی کے خون پینے کا قصہ:

عمر بن عبد اللہ بن الزبیر سے مروی ہے کہ ان کے والد عبد اللہ بن زبیر نے ان سے بیان کیا۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آپ سیگی لگوا رہے تھے، جب فارغ ہوئے تو فرمایا: اے عبد اللہ! یہ خون لے جا کر ایسی جگہ ڈال دو جہاں تمھیں کوئی دیکھ نہ سکے، (عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں) جب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں سے نکلا تو میں نے وہ خون پینے کا ارادہ کر لیا اور تھوڑا تھوڑا کر کے پی لیا۔ پس جب میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دوبارہ حاضر ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبد اللہ! تم نے کیا کیا؟ میں نے عرض کی: میں نے اسے ایسی جگہ ڈال دیا میں سمجھتا ہوں جہاں وہ لوگوں سے پوشیدہ ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شاید تم نے اسے پی لیا ہے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں! تو فرمایا: تجھے کس نے حکم دیا تھا کہ تو خون پی لیتا، تیرے لئے لوگوں سے ہلاکت ہے اور لوگوں کے لئے تجھ سے۔ (یہ ضعیف روایت ہے)

تخریج: حلیۃ الاولیاء (۳۳۰/۱) مسند بزار (۱۶۹/۶) حاکم (۵۵۴/۳)

جرح: ہنید بن قاسم بن عبد الرحمن راوی کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے، دیکھئے الجرح والتعدیل (۱۲۱/۹) التاریخ الکبیر للبخاری (۲۴۹/۸) ان صفحات میں مذکورہ راوی پر نہ تو جرح ہے نہ تعدیل ہی ہے لہذا یہ مجہول الحال راوی ہے۔ نیز اس روایت کی دوسری سند بھی دو علتوں کی وجہ سے ضعیف ہے: ابو عاصم سعد بن زید ضعیف ہے اور کیسان مولیٰ ابن الزبیر غیر معروف راوی ہے لہذا معلوم ہوا کہ یہ روایت سنداً ضعیف ہے۔



### ساٹھواں (۶۰) قصہ: نجاشی کے تحفہ کا قصہ:

ام المؤمنین سیدہ اُم سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے ساتھ نکاح کیا تو فرمایا: میں نے نجاشی کی طرف ایک حلہ اور چند اونس مشک بھیجے ہیں میرا خیال تو یہ ہے کہ وہ فوت ہو چکا ہے، سو عنقریب یہ تحفے واپس لوٹا دیئے جائیں گے۔ پس اگر ایسا ہی ہوا تو یہ تحفہ آپ کے لئے ہوگا۔

اُم المؤمنین نے فرمایا: پس جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ایسا ہی ہوا نجاشی (تحفہ وصول کرنے سے پہلے ہی) فوت ہو گئے اور تحفہ لوٹا دیا گیا، تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن میں سے ہر ایک زوجہ مطہرہ کو ایک ایک اونس مشک دیا اور وہ حلہ اور بقیہ سارے کا سارا مشک مجھے عنایت فرما دیا۔ (ضعیف روایت ہے)

تخریج: ابن حبان (الاحسان ج ۷ ص ۲۸۶)

جرح: اس کی سند ساقط ہے اس میں دو علتیں ہیں:

① مسلم بن خالد الزنجی ہے یہ بد حافظہ وضعیف تھا۔ ② اُم موسیٰ بن عقبہ غیر معروف ہے۔ [الشیخ ابو عبد الرحمن الفوزی حفظہ اللہ کی تصنیف تبصرة أولی الأحلام من قصص فیہا کلام، کو محترم ابوالاسجد محمد صدیق رضا صاحب (کراچی) نے بڑی محنت اور ذوق کے ساتھ اردو قالب میں ڈھالا ہے۔ جو غیر ثابت قصے کے نام سے اس جریدے میں قسط وار شائع ہوتے رہے اور انھیں بہت سراہا گیا۔ یوں یہ طویل سلسلہ جو ساٹھ قصوں پر مشتمل تھا، اختتام پذیر ہوا اور یہ آخری قسط تلخیص و اختصار کے ساتھ شائع کی گئی ہے۔ تصحیح و تنقیح میں پوری کوشش کے باوجود بعض ایسی باتیں رہ گئی ہیں جن سے ادارے کو منہجی اختلاف ہے مثلاً سلمہ الابرش پر جرح اور مبارک بن فضالہ پر تدلیس تسویۃ کا الزام وغیرہ، مجموعی لحاظ سے یہ بہترین کاوش ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مصنف و مترجم اور مراجعین کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔ حافظ ندیم ظہیر]

حافظ زبیر علی زئی

## مرزا غلام احمد قادیانی کے تیس (۳۰) جھوٹ

الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام على خاتم النبيين ، أما بعد :  
مرزا غلام احمد قادیانی نے جب ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود اور مثیل مسیح ہونے کا اعلان کر کے سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی موت واقع ہونے کا دعویٰ کیا تو مولانا محمد حسین بٹالوی نے ایک فتویٰ مرتب کر کے علماء کی خدمت میں پیش کیا۔ اس زمانے کے مشہور اہل حدیث اور غیر اہل حدیث علماء نے ۱۸۹۲ء میں مرزا غلام احمد کو کافر، دجال اور دائرۃ اسلام سے خارج قرار دیا۔ اس فتوے پر مولانا سید نذیر حسین دہلوی، مولانا قاضی محمد سلیمان منصور پوری، مولانا محمد بشیر سہسوانی، مولانا ابوالحسن سیالکوٹی، مولانا شمس الحق عظیم آبادی، مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری، مولانا قاضی عبدالاحد خانپوری، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، مولانا عبدالجبار عمر پوری، مولانا محمد ابراہیم آروی، مولانا احمد حسن دہلوی، مولانا امام عبدالجبار غزنوی، مولانا عبداللہ غزنوی اور مولانا حافظ محمد لکھوی وغیرہم جلیل القدر اہل حدیث علماء کے دستخط ہیں۔ رحمہم اللہ اجمعین

یہ سب سے پہلا فتویٰ تھا جس میں مرزا اور اس کے پیروکاروں کو کافر اور دین اسلام سے خارج قرار دیا گیا۔ اس فتوے کی تفصیلات مولانا محمد حسین بٹالوی کے مرتب کردہ ”پاک و ہند کے علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتویٰ: مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکار دائرۃ اسلام سے خارج ہیں“ اور ”تحریک ختم نبوت“ (مطبوعہ مکتبہ قدوسیہ لاہور) وغیرہما میں درج ہیں۔ اس فتوے پر سب سے پہلے سید نذیر حسین محدث دہلوی کے دستخط اور مہر ہے۔ رحمہم اللہ اجمعین

مرزا غلام احمد بذاتِ خود لکھتا ہے:

”غرض بانی استفتاء بٹالوی صاحب اور اول المکفرین میاں نذیر حسین صاحب ہیں اور باقی سب ان کے پیرو ہیں جو اکثر بٹالوی صاحب کی دلجوئی اور دہلوی صاحب کے حق اُستادی کی رعایت سے ان کے قدم پر قدم رکھتے گئے۔“  
(دافع الوسوس/آئینہ کمالات اسلام ص ۳۱، روحانی خزائن ج ۵ ص ۳۱)

مرزا لکھتا ہے:

”اور یاد کرو وہ زمانہ جبکہ ایک ایسا شخص تجھ سے مکر کرے گا جو تیری تکفیر کا بانی ہوگا اور اقرار کے بعد منکر ہو جائیگا (یعنی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی) اور وہ اپنے رفیق کو کہے گا (یعنی مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کو) کہ اے ہامان میرے لئے آگ بھڑکا یعنی کافر بنانے کے لئے فتویٰ دے“  
(نزول المسیح ص ۱۵۴ دوسرا نسخہ ص ۱۵۲، روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۵۳۰)

مرزا لکھتا ہے:

”اور مولوی محمد حسین جو بارہ برس کے بعد اول المکفرین بنے بانی تکفیر کے وہی تھے اور اس آگ کو اپنی شہرت کی وجہ سے تمام ملک میں سلگانے والے میاں نذیر حسین صاحب دہلوی تھے۔“  
(تحفہ گولڑویہ ص ۱۲۹، دوسرا نسخہ ص ۷۵، روحانی خزائن ج ۷ ص ۲۱۵ حاشیہ تذکرہ طبع دوم ص ۹۱ تحت رقم ۱۱۳)

مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کے بارے میں مرزا غلام احمد لکھتا ہے:

”پینتیسویں پیشگوئی۔ شیخ محمد حسین بٹالوی صاحب رسالہ اشاعت السنہ جو بانی مبنی تکفیر ہے اور جس کی گردن پر نذیر حسین دہلوی کے بعد تمام مکفروں کے گناہ کا بوجھ ہے اور جس کے آثار بظاہر نہایت ردی اور یاس کی حالت کے ہیں۔ اُسکی نسبت تین مرتبہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اپنی اس حالت پر ضلالت سے رجوع کریگا اور پھر خدا اُسکی آنکھیں کھولے گا۔ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝“

(سراج منیر ص ۷۸، روحانی خزائن ج ۱۲ ص ۸۰)

معلوم ہوا کہ مرزا غلام احمد کے اپنے اعتراف کے مطابق، سب سے پہلے اس کی تکفیر کرنے والے مولانا سید نذیر حسین محدث دہلوی اور مولانا محمد حسین بٹالوی تھے۔ رہا مرزا کا یہ شیطانی الہام کہ بٹالوی صاحب تکفیر سے رجوع کر لیں گے، بالکل جھوٹا اور باطل ثابت ہوا۔ مولانا بٹالوی صاحب اپنی وفات تک دین اسلام پر ثابت قدم رہے اور مرزا و ذریت مرزا کو کافر و مرتد سمجھتے رہے اور اسی طرف قول و فعل سے دعوت دیتے رہے۔ ابو القاسم محمد رفیق دلاوری دیوبندی تقلیدی نے مولانا بٹالوی اور منشی الہی بخش کے بارے میں لکھا ہے:

”ان دونوں حضرات نے نہ صرف قبول مرزائیت سے اعراض کیا بلکہ مرزائیت کا پتسمہ لینے کی بجائے الٹا اخیر وقت تک مرزائیت کے جسم پر چر کے لگاتے اور الہامی صاحب کے سینہ پر مونگ دلتے رہے۔ تردید مرزائیت مولانا بٹالوی کا تو دن رات کا مشغلہ تھا لیکن منشی الہی بخش بھی قادیان شکنی میں کسی سے پیچھے نہیں رہے۔“ (ریس قادیان ج ۲ ص ۱۳۳)

یعنی دیوبندیوں کے نزدیک مولانا بٹالوی رحمہ اللہ مرزائیت و قادیانیت کے سخت مخالف اور قادیان شکنی میں پیش پیش تھے۔

اس تمہید کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کے بے شمار جھوٹوں میں سے تیس (۳۰) جھوٹ باحوالہ پیش خدمت ہیں:

جھوٹ نمبر ۱: مرزا غلام احمد لکھتا ہے:

”ایک اور حدیث بھی مسیح ابن مریم کے فوت ہو جانے پر دلالت کرتی ہے اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ قیامت کب آئے گی تو آپ نے فرمایا کہ آج کی تاریخ سے سو برس تک تمام بنی آدم پر قیامت آجائے گی۔“

(ازالہ اوہام ص ۱۲۷، دوسرا نسخہ ص ۲۵۲، روحانی خزائن ج ۳ ص ۲۲۷)

تبصرہ: ایسی کوئی حدیث جس میں آیا ہو کہ آج کی تاریخ سے سو (۱۰۰) برس تک تمام بنی آدم پر قیامت آجائے گی، حدیث کی کسی کتاب میں موجود نہیں ہے لہذا مرزا نے نبی کریم ﷺ پر

جھوٹ بولا ہے۔ ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: (( لا تأتي مائة سنة وعلى الأرض نفس منقوسة اليوم )) سو سال نہیں آئیں گے اور زمین پر آج کے دن جتنے تنفس موجود ہیں ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہے گا۔ (صحیح مسلم: ۲۵۳۹ واللفظ له، المعجم الصغير للطبرانی ج ۳ ص ۳۱ دوسرا نسخہ ص ۱۵) اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جس دن رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تو اس دن تک جتنے انسان (اور جاندار) پیدا ہو چکے تھے ان میں سے کوئی تنفس بھی سو سال کے بعد زندہ نہیں رہے گا۔ دیکھئے مسند احمد (ج ۱ ص ۹۳ ح ۱۴) وسندہ حسن) وغیرہ۔

یہ پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ اگر کوئی کہے کہ سوال تو قیامت کا تھا؟ عرض ہے کہ قیامت کا علم صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ آپ ﷺ نے یہ بات دوسری احادیث میں بیان فرمادی ہے لہذا آپ نے پوچھنے والوں کو ان کی اپنی وفات کا آخری وقت بتادیا۔ جھوٹ نمبر ۲: مرزا غلام احمد لکھتا ہے:

”اور اولیاء گذشتہ کے کشف نے اس بات پر قطعی مہر لگادی کہ وہ چودھویں صدی کے سر پر پیدا ہوگا اور نیز یہ کہ پنجاب میں ہوگا۔“

(اربعین نمبر ۲ ص ۲۹، دوسرا نسخہ ص ۲۳، روحانی خزائن ج ۱ ص ۳۷۱)

تبصرہ: اولیاء کے صیغہ جمع کو چھوڑیئے، کسی ایک سچے ولی اللہ سے بھی یہ دعویٰ ثابت نہیں ہے کہ مسیح موعود چودھویں صدی کے سر پر پیدا ہوگا اور پنجاب میں ہوگا۔ نیز دیکھئے مرزا کا جھوٹ نمبر ۶ مع تبصرہ

تنبیہ (۱): قول رائج میں نبی اور رسول کے سوا کسی کو بھی کشف یا الہام قطعاً نہیں ہوتا جیسا کہ صحیح بخاری کی حدیث میں اشارہ ہے:

(( إنه قد كان فيما مضى قبلكم من الأمم محدثون وإنه إن كان في أمتي هذه منهم فإنه عمر بن الخطاب )) یقیناً تم سے قبل سابقہ امتوں میں ایسے لوگ ہوتے تھے، جنہیں الہام ہوتا تھا اور اگر میری اس امت میں کوئی ہوتا تو وہ عمر بن الخطاب

(ہوتے)۔ (صحیح بخاری: ۳۴۶۹ کتاب احادیث الانبیاء باب بعد باب حدیث الغار)

اس حدیث میں ”إن کان“ کے لفظ سے صاف ظاہر ہے کہ امت میں کسی کو بھی کشف والہام نہیں ہوتا۔ رہا صحیح العقیدہ مسلمانوں کے رویائے صالحہ کا مسئلہ تو ان کا وقوع ممکن ہے۔ لوگوں کے بعض اندازوں اور قیاسات کو کشف والہام کا نام دینا غلط اور باطل ہے۔

تنبیہ (۲): آخری نبی محمد رسول اللہ ﷺ کے آجانے کے بعد اب قیامت تک نبیوں اور رسولوں کا سلسلہ ختم اور منقطع ہو گیا ہے۔ اب نہ کوئی رسول پیدا ہوگا اور نہ کوئی نبی پیدا ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((إن الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدي ولا نبي)) بے شک رسالت اور نبوت منقطع ہو گئی ہے پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی۔ (سنن الترمذی: ۱۷۷۲، وقال: ”صحیح غریب“ وسندہ صحیح وصحہ الحاکم علی شرط مسلم ۳۹۱۴ ووافقه الذہبی)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((وأنا آخر الأنبياء وأنتم آخر الأمم .)) اور میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔ (کتاب السنۃ لابن ابی عاصم: ۳۹۱ وسندہ صحیح، کتاب الشریعۃ للأجری ص ۳۷۶ ح ۸۸۲ وسندہ صحیح، عمرو بن عبد اللہ الحضرمی السیانی ثقۃ وثقۃ الحلبي المعتدل وابن حبان)

نبی ﷺ سے پہلے مبعوث ہونے والے سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام جو بنی اسرائیل کی طرف بھیجے گئے تھے، قیامت سے پہلے آسمان سے نازل ہوں گے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

((ثم ينزل عيسى بن مريم صلى الله عليه وسلم من السماء .))

پھر عیسیٰ بن مریم ﷺ آسمان سے نازل ہوں گے۔

(کشف الاستار عن زوائد البرزازی ۱۴۲۶ ح ۳۳۹۶ وسندہ صحیح)

جھوٹ نمبر ۳: مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

”مثلاً صحیح بخاری کی وہ حدیثیں جن میں آخری زمانہ میں بعض خلیفوں کی نسبت خبر دی گئی ہے خاص کر وہ خلیفہ جس کی نسبت بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے اسکی نسبت آواز آئیگی کہ هَذَا خَلِيفَةُ اللَّهِ الْمَهْدِيُّ۔ اب سوچو کہ یہ حدیث کس پایہ اور مرتبہ کی ہے جو ایسی کتاب میں درج ہے جو اصح الکتاب بعد کتاب اللہ ہے۔“

(شہادۃ القرآن علی نزول المسیح الموعود فی آخر الزمان ص ۴۱، روحانی خزائن ج ۶ ص ۳۳۷)  
تبصرہ: اس قسم کی کوئی حدیث صحیح بخاری میں موجود نہیں ہے۔ یاد رہے کہ نماز پڑھنے اور دوسرے امور میں نبی کو سہو ہو سکتا ہے تاکہ لوگوں کو سہو کا طریقہ معلوم ہو جائے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ نبی ﷺ بشر مخلوق ہیں، معبود نہیں ہیں لیکن روایت بیان کرنے یا حوالہ دینے میں نبی کو قطعاً سہو نہیں ہوتا اور نہ غلطی لگتی ہے۔ نبی غلط حوالہ دیتا ہی نہیں لہذا مرزائیوں کا دیانیوں کا نماز میں سہو کی روایات سے استدلال کرنا مردود ہے۔

تنبیہ: اس مفہوم کی ایک روایت سنن ابن ماجہ (۴۰۸۴) والمستدرک للحاکم (۴۶۳۴)، ۴۶۳۴ ح ۸۴۳۲، ۵۰۲۴ ح ۵۳۱ (اور دلائل النبوة للبیہقی (۵۱۵/۶) میں مروی ہے لیکن اس کی سند سفیان ثوری (مدلس) کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے لہذا اس روایت کو صحیح قرار دینا غلط ہے۔

جھوٹ نمبر ۴: مرزا غلام احمد نے لکھا ہے:

”دیکھو تفسیر ثنائی کہ اس میں بڑے بڑے زور سے ہمارے اس بیان کی تصدیق موجود ہے اور اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک یہی معنی ہیں مگر صاحب تفسیر لکھتا ہے کہ ”ابو ہریرہ فہم قرآن میں ناقص ہے اور اس کی درایت پر محدثین کو اعتراض ہے۔ ابو ہریرہ میں نقل کرنے کا مادہ تھا اور درایت اور فہم سے بہت ہی کم حصہ رکھتا تھا۔“ اور میں کہتا ہوں.....“

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۴۱۰، دوسرا نسخہ ص ۲۳۴، روحانی خزائن ج ۲ ص ۴۱۰)

تبصرہ: سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں تفسیر ثنائی یا تفسیر مظہری از ثناء اللہ پانی پتی میں اس قسم کی کوئی بات لکھی ہوئی نہیں ہے۔ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت حدیث میں اعلیٰ درجے کے ثقہ، فہم قرآن کے زبردست ماہر اور درایت میں عظیم الشان مرتبہ رکھتے تھے۔

جھوٹ نمبر ۵: مرزا نے لکھا ہے:

”اور مجھے معلوم ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کسی شہر میں وہاں نازل



ہو تو اس شہر کے لوگوں کو چاہئے کہ بلا توقف اس شہر کو چھوڑ دیں ورنہ وہ خدا تعالیٰ سے لڑائی کرنے والے ٹھہریں گے۔“ (مجموعہ اشتہارات جلد دوم ص ۱۳ نمبر ۲۸۹)

تبصرہ: ایسی کوئی حدیث کتب احادیث میں قطعاً موجود نہیں ہے کہ وہاں نازل ہو تو اس شہر کے لوگ بلا توقف اس شہر کو چھوڑ دیں ورنہ وہ اللہ سے لڑائی کرنے والے ٹھہریں گے۔ بلکہ اس کے سراسر برعکس صحیح بخاری (۵۷۲۸) صحیح مسلم (۲۲۱۸) کی حدیث میں آیا ہے کہ اگر تم کسی زمین میں طاعون کے بارے میں سنو تو وہاں نہ جاؤ اور اگر تمہارے علاقے میں طاعون آجائے تو اپنے علاقے سے باہر نہ نکلو۔

جھوٹ نمبر ۶: غلام احمد نے لکھا ہے:

”ایسا ہی احادیث صحیحہ میں آیا تھا کہ وہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئیگا۔ اور وہ چودھویں صدی کا مجدد ہوگا۔“

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۳۵۹ دوسرا نسخہ ص ۱۸۸، روحانی خزائن ج ۲۱ ص ۳۵۹)

تبصرہ: ان الفاظ یا اس مفہوم کی ایک صحیح حدیث بھی روئے زمین پر موجود نہیں ہے۔

نیز دیکھئے مرزا کا جھوٹ نمبر ۲ مع تبصرہ

جھوٹ نمبر ۷: مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

”وقد قال رسول الله ﷺ في آخر وصاياہ التي توفي بعدها خذوا بكتاب الله واستمسكوا به و أوصى بكتاب الله وهذا الكتاب الذي هدى الله به رسولكم فخذوا به تهتدوا، ما عندنا شيء الا كتاب الله فخذوا بكتاب الله، حسبكم القرآن، ما كان من شرط ليس في كتاب الله فهو باطل، قضاء الله أحق، حسبنا كتاب الله، انظروا صحيح البخاري و مسلم فان هذه الاحاديث كلها موجودة فيهما۔“

(حماتہ البشرى ص ۵۵، روحانی خزائن ج ۷ ص ۲۵۲، ۲۵۳)

تبصرہ: أقول: لا توجد هذه الأحاديث في صحيح البخاري ولا في صحيح

مسلم فالمرزا غلام احمد قادیانی کذب علیہما۔  
مرزا نے درج بالا عربی عبارتیں لکھ کر کہا کہ یہ تمام حدیثیں صحیح بخاری و مسلم میں موجود ہیں  
حالانکہ یہ ساری حدیثیں صحیح بخاری و صحیح مسلم میں موجود نہیں ہیں اور نہ کسی صحیح حدیث میں ان  
کا وجود ملتا ہے۔ پس مرزا نے رسول اللہ ﷺ، صحیح بخاری اور صحیح مسلم پر جھوٹ بولا ہے۔  
جھوٹ نمبر ۸: غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

”میں وہی ہوں جس کے وقت میں اونٹ بیکار ہو گئے اور پیشگوئی آیت کریمہ  
وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ پوری ہوئی۔“

(نزل المسیح ضمیمہ ص ۴۲ دوسرا نسخہ ص ۲، روحانی خزائن ج ۱۹ ص ۱۰۸)

تبصرہ: مرزا کی پیدائش سے لے کر موت (۱۹۰۸ء) تک اونٹ بیکار نہیں ہوئے اور مرزا  
کی موت سے لے کر آج (۲۰۰۷ء) تک اونٹ بیکار نہیں ہوئے ہیں بلکہ اونٹوں پر سواری  
اور بار برداری کا سلسلہ ابھی تک جاری ہے۔

جھوٹ نمبر ۹: مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

”اور اونٹوں کے چھوڑے جانے اور نئی سواری کا استعمال اگرچہ بلاد اسلامیہ میں  
قریباً سو برس سے عمل میں آرہا ہے لیکن یہ پیشگوئی اب خاص طور پر مکہ معظمہ اور  
مدینہ منورہ کی ریل طیار ہونے سے پوری ہو جائے گی کیونکہ وہ ریل جو دمشق سے  
شروع ہو کر مدینہ میں آئے گی وہی مکہ معظمہ میں آئیگی۔ اور امید ہے کہ بہت جلد  
اور صرف چند سال تک یہ کام تمام ہو جائیگا۔ تب وہ اونٹ جو تیرہ سو برس سے  
حاجیوں کو لے کر مکہ سے مدینہ کی طرف جاتے تھے یکدم دفعہ بے کار ہو جائیں گے۔“

(تحفہ گولڑویہ ص ۱۰۸، ۱۰۹ دوسرا نسخہ ص ۴۶، روحانی خزائن ج ۱۷ ص ۱۹۴، ۱۹۵)

مرزا نے مزید کہا: ”اور غریب وہ وقت آتا ہے بلکہ بہت نزدیک ہے۔ جبکہ مکہ اور مدینہ  
کے درمیان ریل جاری ہو کر وہ تمام اونٹ بیکار ہو جائیں گے۔ جو تیرہ سو برس سے یہ سفر  
مبارک کرتے تھے۔“ (تذکرۃ الشہادتین ص ۳۶ دوسرا نسخہ ص ۳۴، روحانی خزائن ج ۲۰ ص ۳۶)

تبصرہ: یہ کہنا کہ مدینہ طیبہ اور مکہ معظمہ کے درمیان ریل چلے گی، مرزا غلام احمد کا صریح جھوٹ ہے۔ اس کی زندگی اور موت سے لے کر آج (۲۰۰۷ء) تک مدینے اور مکے کے درمیان کوئی ریل نہیں چلی اور نہ کوئی پٹری موجود ہے۔

جھوٹ نمبر ۱۰: مرزا نے کہا:

”جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم روحانی اور ربانی علماء کے لئے یہ خوشخبری فرما گئے ہیں کہ علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل“

(ازالہ اوہام ص ۱۳۰، دوسرا نسخہ ۲۵۸، ۲۵۹، روحانی خزائن ج ۳ ص ۲۳۰، نیز دیکھئے روحانی خزائن ج ۶ ص ۳۲۳) تبصرہ: یہ کوئی حدیث نہیں ہے بلکہ بالکل بے اصل و بے سند جملہ ہے۔ دیکھئے سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ والموضوعۃ للالبانی (۴۸۰/۱ ج ۶ ص ۶۶) جھوٹ نمبر ۱۱: مرزا غلام احمد نے لکھا:

”واضح ہو کہ اس آیت کریمہ سے وہ حدیث مطابق ہے جو پیغمبر خدا ﷺ فرماتے ہیں من لم یعرف امام زمانہ فقد مات میتة الجاهلیة جس شخص نے اپنے زمانہ کے امام کو شناخت نہ کیا وہ جاہلیت کی موت پر مر گیا“

(شہادۃ القرآن ص ۳۸، روحانی خزائن ج ۶ ص ۳۳۲)

تبصرہ: ان الفاظ کے ساتھ کوئی حدیث اہل سنت کی کسی حدیث کی کتاب میں باسند موجود نہیں ہے۔ یہ شیعوں کی بالکل بے اصل روایت ہے۔

دیکھئے سلسلۃ الاحادیث الضعیفۃ للالبانی (۳۵۴/۱، ۳۵۵ ج ۳ ص ۵۰)

تنبیہ: شیعہ رافضیوں کی کتاب اصول کافی (ج ۱ ص ۳۷۷) میں ایک روایت شیعہ راویوں کی سند کے ساتھ امام ابو عبد اللہ جعفر بن محمد الصادق رحمہ اللہ سے مروی ہے جو منقطع ہونے کی وجہ سے مردود ہے۔

جھوٹ نمبر ۱۲، ۱۳: مرزا غلام احمد نے لکھا ہے:

”یہ تو سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہو گیا۔“

(ازالہ اوہام ص ۲۵۳ دوسرا نسخہ ص ۴۷۳، روحانی خزائن ج ۳ ص ۳۵۳)  
تبصرہ: یہ بالکل بے اصل اور جھوٹی بات ہے۔ یاد رہے کہ گلیل فلسطین کا ایک مقام ہے۔  
مرزا غلام احمد نے دوسری جگہ لکھا ہے:

”اور یہی سچ ہے کہ مسیح فوت ہو چکا اور سری نگر محلہ خانیاں میں اسکی قبر ہے۔“

(کشتی نوح ص ۸۷ دوسرا نسخہ ص ۶۹، روحانی خزائن ج ۱۹ ص ۷۶)

تبصرہ: یہ بھی بالکل جھوٹی اور بے اصل بات ہے اور مرزا کی پہلی بات کے سراسر خلاف بھی ہے۔  
سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بارے میں مشہور تابعی امام حسن بصری رحمہ اللہ (متوفی ۱۱۰ھ)  
فرماتے ہیں: ”والله إنه الآن لحي عند الله“ اللہ کی قسم! بے شک وہ (عیسیٰ علیہ السلام)  
اب اللہ کے پاس زندہ ہیں۔ (تفسیر ابن جریر طبری ۱۴/۶ ج ۸ ص ۷۹۸ و سندہ صحیح)

حسن بصری نے آیت ﴿لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ کی تشریح میں فرمایا: ”قبل موت  
عیسیٰ، أن الله رفع إليه عيسى، وهو باعثه قبل يوم القيامة مقاماً يؤمن به  
البر والفاجر.“ عیسیٰ (علیہ السلام) کی موت سے پہلے، بے شک اللہ نے عیسیٰ (علیہ السلام) کو  
اپنے پاس اٹھالیا اور وہ انھیں قیامت سے پہلے ایسے مقام پر مبعوث فرمائے (نازل کرے)  
گا کہ نیک و بد (سب) اُن پر ایمان لے آئیں گے۔ (تفسیر ابن ابی حاتم ۱۱۳/۴ ج ۱۱ ص ۲۵۱ و سندہ صحیح)  
جھوٹ نمبر ۱۴: مرزا نے نبی کریم ﷺ کے بارے میں لکھا ہے:

”تاریخ دان لوگ جانتے ہیں کہ آپ کے گھر میں گیارہ لڑکے پیدا ہوئے تھے اور  
سب کے سب فوت ہو گئے تھے۔“

(چشمہ معرفت دوسرا حصہ ص ۲۹۹ دوسرا نسخہ ص ۲۸۶، روحانی خزائن ج ۲۳ ص ۲۹۹)

تبصرہ: نبی ﷺ کے گھر میں گیارہ لڑکوں کے پیدا ہونے والی بات بالکل جھوٹ ہے۔  
جھوٹ نمبر ۱۵: مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا:

”ابو جہل اس امت کا فرعون تھا، کیونکہ اس نے بھی نبی کریم کی چند دن پرورش  
کی تھی جیسا کہ فرعون مصری نے حضرت موسیٰ کی پرورش کی تھی۔“

(ملفوظات مرزا ج ۲ ص ۲۰۲، ۱۷/۱ اپریل ۱۹۰۲ء، دوسرا نسخہ ج ۳ ص ۲۷۲)

تبصرہ: ابو جہل لعین کا سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی چند دن یا چند منٹ پرورش کرنا مرزا غلام احمد کا کالا جھوٹ ہے۔

جھوٹ نمبر ۱۶: مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

”ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسرے ملکوں کے انبیاء کی نسبت سوال کیا گیا تو آپ نے یہی فرمایا کہ ہر ایک ملک میں خدا تعالیٰ کے نبی گذرے ہیں اور فرمایا کہ كَانَ فِي الْهِنْدِ نَبِيًّا اَسْوَدَ اللَّوْنِ اِسْمُهُ كَاهِنًا یعنی ہند میں ایک نبی گذرا ہے جو سیاہ رنگ کا تھا اور نام اس کا کاہن تھا یعنی کنھیا جس کو کرشن کہتے ہیں۔“

(چشمہ معرفت کا آخر ص ۱۰، روحانی خزائن ج ۲۳ ص ۳۸۲)

تبصرہ: ایسی کوئی صحیح حدیث روئے زمین پر موجود نہیں ہے، بلکہ اس عبارت میں مرزا نے ہمارے نبی کریم ﷺ پر صریح جھوٹ بولا اور بہتان باندھا ہے۔ عبدالرحمن خادم قادیانی نے لکھا ہے کہ ”یہ حدیث تاریخ ہمدان دیلمی باب الکاف میں ہے۔“ (پاکٹ بک ص ۵۳۳) عرض ہے کہ اصل کتاب تاریخ ہمدان سے اس روایت کی مکمل سند و متن مع حوالہ و تحقیق پیش کریں ورنہ سن لیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (( لَا تَكْذِبُوا عَلَيَّ فَإِنَّهُ مِنْ كَذِبِ عَلِيِّ فُلَيْلِجِ النَّارِ )) مجھ پر جھوٹ نہ بولو کیونکہ بے شک جس نے مجھ پر جھوٹ بولا تو وہ (جہنم کی) آگ میں داخل ہوگا۔ (صحیح بخاری: ۱۰۶، واللفظ لہ صحیح مسلم: ۱)

جھوٹ نمبر ۱۷: مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

”تاریخ کو دیکھو۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہی ایک یتیم لڑکا تھا جس کا باپ پیدائش سے چند دن بعد ہی فوت ہو گیا اور ماں صرف چند ماہ کا بچہ چھوڑ کر مر گئی تھی۔“

(پیغام صلح ص ۳۸، روحانی خزائن ج ۲۳ ص ۳۶۵)

تبصرہ: یہ دونوں باتیں مرزا کا جھوٹ ہیں کیونکہ نبی کریم ﷺ کے والد آپ کی پیدائش سے کچھ مہینے پہلے فوت ہو گئے تھے اور آپ کی والدہ آپ کی ولادت کے چھ سال بعد فوت

ہوئیں۔ دیکھئے کتب تاریخ و سیر۔

جھوٹ نمبر ۱۸: مرزا نے لکھا ہے:

”اور ایک اور دلیل آپ کے ثبوت نبوت پر یہ ہے کہ تمام نبیوں کی کتابوں سے اور ایسا ہی قرآن شریف سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے آدم سے لیکر اخیر تک دنیا کی عمر سات ہزار برس رکھی ہے اور ہدایت اور گمراہی کے لئے ہزار ہزار سال کے دور مقرر کئے ہیں۔“ (لیکچر سیا لکھٹ ۵ دوسرا نسخہ ۶، روحانی خزائن ج ۲۰ ص ۲۰۷)

تبصرہ: مرزا کا یہ دعویٰ قرآن مجید پر صریح جھوٹ اور بہتان ہے۔

جھوٹ نمبر ۱۹: مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

”اور ایک جگہ پر جہاں اس عاجز نے ۲۰/فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں یہ پیشگوئی خدائے تعالیٰ کی طرف سے بیان کی تھی۔ کہ اس نے مجھے بشارت دی ہے کہ بعض بابرکت عورتیں اس اشتہار کے بعد بھی تیرے نکاح میں آئیں گی اور ان سے اولاد پیدا ہوگی۔“ (مجموعہ اشتہارات ج ۱ ص ۱۱۳)

تبصرہ: مرزا کی پہلی شادی ۱۸۵۳ء سے پہلے اور دوسری شادی ۱۸۸۴ء میں ہوئی۔ دیکھئے تاریخ احمدیت (ج ۱ ص ۶۱، ۲۴۳) اس کے بعد موت تک اس کی کوئی تیسری شادی نہیں ہوئی لہذا اس کی یہ پیشگوئی جھوٹی ثابت ہوئی۔

جھوٹ نمبر ۲۰: مرزا غلام احمد نے اپنے مرید منظور محمد کے بارے میں لکھا:

”بذریعہ الہام الہی معلوم ہوا۔ کہ میاں منظور محمد صاحب کے گھر میں، یعنی محمدی بیگم کا ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ جس کے دو نام ہوں گے۔

(۱) بشیر الدولہ (۲) عالم کباب“ (تذکرہ ص ۶۱۵ نمبر ۱۰۶)

اور لکھا:

”پہلے یہ وحی الہی ہوئی تھی کہ وہ زلزلہ جو نمونہ قیامت ہوگا بہت جلد آنیوالا ہے اور اس کیلئے یہ نشان دیا گیا تھا کہ پیر منظور محمد لدہانوی کی بیوی محمدی بیگم کو لڑکا پیدا ہوگا

اور وہ لڑکا اس زلزلہ کیلئے ایک نشان ہوگا اسلئے اس کا نام بشیر الدولہ ہوگا۔“

(حقیقۃ الوحی، حاشیہ ص ۱۰۰، روحانی خزائن ج ۲۲ ص ۱۰۳)

تبصرہ: اس شیطانی الہام اور شیطانی وحی کے بعد نہ تو منظور محمد کا کوئی لڑکا پیدا ہوا اور نہ اس کی بیوی محمدی بیگم نے کوئی لڑکا جنا۔ وہ لڑکا جننے کے بغیر ہی مر گئی اور مرزا اپنی اس پیشگوئی میں بھی جھوٹا ثابت ہوا۔

جھوٹ نمبر ۲۱: مرزا نے لکھا ہے:

”اگر خدا چاہتا تو ان مخالف مولویوں اور ان کے پیروؤں کو آنکھیں بجشتا۔ اور وہ ان وقتوں اور موسموں کو پہچان لیتے۔ جن میں خدا کے مسیح کا آنا ضروری تھا۔ لیکن ضرور تھا کہ قرآن شریف اور احادیث کی وہ پیشگوئیاں پوری ہوتیں جن میں لکھا تھا کہ مسیح موعود جب ظاہر ہوگا تو اسلامی علماء کے ہاتھ سے دُکھ اٹھایگا وہ اُس کو کافر قرار دینگے اور اُس کے قتل کے لئے فتوے دیئے جائینگے اور اس کی سخت توہین کی جائیگی اور اس کو دائرہ اسلام سے خارج اور دین کا تباہ کرنے والا خیال کیا جائیگا۔“

(ضمیمہ تھڈ گولڈ ویس ۱۷، دوسرا نسخہ ص ۱۱، روحانی خزائن ج ۷ ص ۵۳)

تبصرہ: ان الفاظ والی کوئی پیش گوئی نہ قرآن مجید میں موجود ہے اور نہ کسی صحیح حدیث میں موجود ہے۔ بعض قادیانیوں نے سورۃ النور کی آیت ﴿وَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ﴾ [۵۵] پیش کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ اس آیت میں مرزا کی مذکورہ باتوں میں سے کسی ایک کا ذکر یا اشارہ تک موجود نہیں ہے۔

جھوٹ نمبر ۲۲: مرزا غلام احمد نے سیدنا عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے بارے میں لکھا ہے:

”نویں خصوصیت یسوع مسیح میں یہ تھی کہ جب اس کو صلیب پر چڑھایا گیا تو سورج کو

گرہن لگا تھا۔“ (تذکرۃ الشہادتین ص ۳۳، دوسرا نسخہ ص ۳۱، روحانی خزائن ج ۲۰ ص ۳۳)

تبصرہ: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھائے جانے کا کوئی ثبوت قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں موجود نہیں ہے بلکہ قرآن مجید میں لکھا ہوا ہے کہ ﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَّوْهُ﴾



اور انھوں نے اسے (عیسیٰ کو) قتل کیا اور نہ صلیب دی۔ (النساء: ۱۵۷)  
لہذا مرزا غلام احمد نے اپنے اس کلام میں سیدنا عیسیٰ علیہ السلام پر جھوٹ بولا ہے۔  
جھوٹ نمبر ۲۳: مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

”نسائی نے ابو ہریرہ سے دجال کی صفت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ  
حدیث لکھی ہے: يخرج في آخر الزمان دجال يختلون الدنيا بالدين -  
يلبسون للناس جلود الضان - السنهم احلى من العسل وقلوبهم  
قلوب الذئاب يقول الله عز وجل ابي يغترون ام علي يجترون الخ  
یعنی آخری زمانہ میں ایک گروہ دجال نکلے گا۔ وہ دنیا کے طالبوں کو دین کے ساتھ  
فریب دینگے یعنی اپنے مذہب کی اشاعت میں بہت سا مال خرچ کریں گے۔  
بھیڑوں کا لباس پہن کر آئیں گے۔ انکی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہوگی اور دل  
بھیڑیوں کے ہونگے۔ خدا کہے گا کہ کیا تم میرے علم کے ساتھ مغرور ہو گئے اور کیا  
تم میرے کلمات میں تحریف کرنے لگے۔ جلد ۷ ص ۷۴ کنز العمال“

(تحفہ گوڑویہ حاشیہ ص ۱۲۵، دوسرا نسخہ ص ۷۳، روحانی خزائن ج ۱ ص ۲۱۱)

تبصرہ: ’دجال‘ کے لفظ کے ساتھ یہ حدیث نہ تو نسائی کی کتاب میں موجود ہے اور نہ  
کنز العمال میں اور نہ حدیث کی کسی کتاب میں موجود ہے۔ یہ روایت ”يخرج في آخر الزمان  
رجال يختلون الدنيا بالدين“ الخ یعنی مذکورہ روایت میں رجال ہے نہ کہ دجال اور  
لفظ رجال کے ساتھ یہ روایت درج ذیل کتابوں میں موجود ہے:

کنز العمال (ج ۱ ص ۲۱۴ ح ۳۸۴۳ بحوالہ ترمذی) مشکوٰۃ المصابیح (۵۳۲۳ بحوالہ  
ترمذی) سنن الترمذی (۲۴۰۴) کتاب الزہد لابن المبارک (ص ۱۷ ح ۵۰) کتاب الزہد  
لہناد بن السری (ج ۲ ص ۴۳ ح ۸۶۰) جامع بیان العلم وفضله لابن عبد البر (۱۸۹/۱  
ح ۶۱۹، دوسرا نسخہ ۲۳۲) وشرح السنۃ للبخاری (۴۱۹۹ ح ۳۹۴/۱۴)

حدیث میں ’رجال‘ کا لفظ ہے جبکہ مرزا نے ’دجال‘ کا لفظ لکھا ہے اور اس کا

ترجمہ بھی دجال کیا ہے تاکہ عیسائی پادریوں کے گروہ کو دجال قرار دے۔ بعض قادیانیوں نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ کنز العمال (ج ۷ ص ۸) مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدرآباد اور اس کتاب کے (ایک) قلمی نسخے میں ”دجال“ کا لفظ لکھا ہوا ہے۔ عرض ہے کہ کنز العمال کے مشہور نسخے اور ترمذی و مشکوٰۃ وغیرہما کے متون کی دلیل سے اس سخت، ضعیف و مردود روایت میں ”دجال“ کا لفظ غلط ہے۔

تنبیہ: درج بالا حدیث بلحاظ سند سخت ضعیف ہے۔ اس کا راوی یحییٰ بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن موہب متروک ہے۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۷۵۹۹)

جھوٹ نمبر ۲۲، ۲۵: مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

”اور ہم اس مضمون کو اس پر ختم کرتے ہیں کہ اگر ہم سچے ہیں تو خدا تعالیٰ ان پیشگوئیوں کو پورا کر دے گا۔ اور اگر یہ باتیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں تو ہمارا انجام نہایت بد ہوگا اور ہرگز یہ پیشگوئیاں پوری نہیں ہوں گی۔ ربنا افتح بیننا وبين قومنا بالحق وانت خير المقاتحين اور میں بالآخر دعا کرتا ہوں کہ اے خدائے قادر و علیم اگر آتھم کا عذاب مہلک میں گرفتار ہونا اور احمد بیگ کی دختر کلاں کا آخر اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ پیشگوئیاں تیری طرف سے ہیں تو ان کو ایسے طور پر ظاہر فرما جو خلق اللہ پر حجت ہو اور کور باطن حاسدوں کا منہ بند ہو جائے۔ اور اگر اے خداوند یہ پیشگوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر....“ (روحانی خزائن ج ۹ ص ۱۲۳، ۱۲۵)

تبصرہ: مرزا نے عبد اللہ آتھم عیسائی کی ہلاکت کے لئے جو مدت مقرر کی تھی، وہ اس میں ہلاک نہ ہوا اور مرزا احمد بیگ کی دختر کلاں (بڑی لڑکی) محمدی بیگم اس کے نکاح میں نہ آئی بلکہ مرزا کی موت کے وقت اور اس کے بعد محمدی بیگم اپنی موت تک سلطان محمد کے نکاح میں رہی لہذا مرزا کی یہ دونوں پیشگوئیاں جھوٹی ثابت ہوئیں۔

جھوٹ نمبر ۲۶: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مرزا غلام احمد نے لکھا ہے:

”ہاں آپ کو گالیاں دینی اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ ادنیٰ ادنیٰ بات میں غصہ آجاتا تھا۔ اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے۔ مگر میرے نزدیک آپ کی یہ حرکات جائے افسوس نہیں کیونکہ آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔“ (حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۵، روحانی خزائن ج ۱۱ ص ۲۸۹)

تبصرہ: یہ سب مرزا کا جھوٹ اور افتراء ہے۔ سیدنا عیسیٰ علیہ السلام ان تمام الزامات سے بری ہیں۔ مرزا کا یہ کہنا کہ ”عیسیٰ علیہ السلام کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی“ کائنات کا غلیظ ترین جھوٹ اور صریح کفر ہے۔  
جھوٹ نمبر ۲: مرزا نے لکھا:

”اول تم میں سے مولوی اسماعیل علیکدھ نے میرے مقابل پر کہا کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائے گا۔ سو تم جانتے ہو کہ شاید دس سال کے قریب ہو چکے کہ وہ مر گیا۔ اور اب خاک میں اس کی ہڈیاں بھی نہیں مل سکتیں۔“

(نزدول المسیح ص ۳۳ دوسرا نسخہ ص ۳۱، روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۴۰۹)

تبصرہ: مولانا محمد اسماعیل علیکدھ رحمہ اللہ نے نہ تو یہ بات کہی اور نہ اپنی کسی کتاب میں لکھی لہذا مرزا غلام احمد نے ان پر صریح جھوٹ بولا ہے۔  
جھوٹ نمبر ۲۸: ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیلوی نے یہ پیشگوئی کی کہ مرزا غلام احمد اس کی زندگی میں ہی ۴/ اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہو جائے گا، مرزا لکھتا ہے:

”تب اس نے یہ پیشگوئی کی کہ میں اُس کی زندگی میں ہی ۴۔ اگست ۱۹۰۸ء تک اُس کے سامنے ہلاک ہو جاؤں گا۔ مگر خدا نے اُس کی پیشگوئی کے مقابل پر مجھے خبر دی کہ وہ خود عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور خدا اُس کو ہلاک کرے گا اور میں اُس کے شر سے محفوظ رہوں گا۔“ (چشمہ معرفت ص ۳۲۲، روحانی خزائن ج ۲۳ ص ۳۳۷)

تبصرہ: مرزا قادیانی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں مر گیا اور ڈاکٹر پٹیلوی اس کے مرنے کے

گیارہ سال بعد تک زندہ رہا اور ۱۹۱۹ء میں فوت ہوا۔ مرزا کے آخری دور کی یہ پیش گوئی  
سراسر جھوٹی ثابت ہوئی۔

جھوٹ نمبر ۲۹: مرزا قادیانی نے لکھا:

”یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے۔ اس کا سبب تو یہ تھا  
کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ شاید کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت  
کی وجہ سے“ (حاشیہ کشتی نوح ص ۳۷۷ دوسرا نسخہ ۶۶، روحانی خزائن ج ۱۹ ص ۷۱)

تبصرہ: سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا شراب پینا قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے لہذا مرزا نے ان  
پر جھوٹ بولا ہے۔

جھوٹ نمبر ۳۰: مرزا احمد بیگ کے داماد سلطان محمد کے بارے میں مرزا قادیانی نے لکھا:

”اور پھر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی موت کی پیشگوئی جو پٹی ضلع لاہور کا  
باشندہ ہے جسکی میعاد آج کی تاریخ سے جو اکیس ستمبر ۱۸۹۳ء ہے قریباً گیارہ مہینے باقی  
رہ گئی ہے یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں ایک صادق یا کاذب کی  
شناخت کے لئے کافی ہیں“ (شہادت القرآن ص ۹۷ دوسرا نسخہ ۵۵، ۵۶، روحانی خزائن ج ۶ ص ۳۷۵)

تبصرہ: مرزا کی مقرر کردہ میعاد میں سلطان محمد نہیں مرا بلکہ سلطان محمد کی زندگی میں مرزا  
مرگیا۔ سلطان محمد نے اپنی بیوی محمدی بیگم کے ساتھ اطمینان سے زندگی گزاری اور مرزا کی  
موت کے کافی عرصہ بعد اولاد چھوڑ کر فوت ہوا۔ وہ نہ تو مرزا سے ڈرا اور نہ قادیانیت قبول کی۔  
قارئین کرام! ختم نبوت پر ڈاکہ ڈالنے والے مرزا غلام احمد قادیانی دجال کے تمس (۳۰)  
جھوٹ اس کی اپنی کتابوں سے باحوالہ و بالتصرہ پیش کر دیئے ہیں۔ ان کے علاوہ مرزا کے اور  
بھی بے شمار کاذب و افتراءات اس کی کتابوں میں موجود ہیں مثلاً ابو عبیدہ نظام الدین  
بی اے سائنس ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول کوہاٹ نے ”برق آسمانی برفرق قادیانی، کذبات مرزا“  
حصہ اول میں مرزا کے دو سو (۲۰۰) سے زیادہ جھوٹ جمع کر دیئے ہیں۔ مرزا کی جھوٹی  
پیشگوئیاں اور جھوٹے الہامات بے حد و حساب ہیں۔

مشہور اہل حدیث علماء مثلاً مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا محمد عبداللہ معمار امرتسری اور مولانا محمد حسین بٹالوی وغیرہم رحمہم اللہ کی تصانیف اور تحریروں میں مرزا غلام احمد کے بہت سے اکاذیب کا ذکر موجود ہے۔ فسانہ قادیان کے مصنف مولانا حافظ محمد ابراہیم کمر پوری رحمہ اللہ (متوفی ۱۹۹۰ء) کی کتاب ”مرزا قادیانی کے دس جھوٹ“ انتہائی بلند پایہ اور ناقابل جواب ہے۔ قادیانی امت والے اپنے خود ساختہ رسول کے جھوٹوں کو غلطیاں اور سہو وغیرہ کہہ کر مرزا غلام احمد کو کذاب و دجال ہونے سے نہیں بچا سکتے۔

مرزا اپنے بارے میں لکھتا ہے: ”سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔“ (دفع البلاء ومعیار اہل الاصفاء ص ۱۵، دوسرا نسخہ ص ۱۱، روحانی خزائن ج ۱۸ ص ۲۳۱) مرزا نے کہا: ”ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔“

(ملفوظات مرزا ج ۵ ص ۴۴۷، تحت ۳ فروری ۱۹۰۸ء)  
مرزا کا اپنے بارے میں یہ عقیدہ تھا کہ ”ہم نے اس بندہ پر رحمت نازل کی ہے۔ اور یہ اپنی طرف سے نہیں بولتا بلکہ جو کچھ تم سنتے ہو یہ خدا کی وحی ہے۔“ (دیکھئے تذکرہ ص ۴۰۷ رقم ۵۲۵ دار بعین نمبر ۳) مرزا نے اپنے بارے میں لکھا:

”اس عاجز کو اپنے ذاتی تجربہ سے یہ معلوم ہے کہ روح القدس کی قدسیت ہر وقت اور ہر دم اور ہر لحظہ بلا فصل ملہم کے تمام قوئی میں کام کرتی رہتی ہے اور وہ بغیر روح القدس اور اس کی تاثیر قدسیت کے ایک دم بھی اپنے تئیں ناپاکی سے بچا نہیں سکتا۔“ (دفع الوسوس ص ۹۳، روحانی خزائن ج ۵ ص ۹۳)

لہذا مرزا غلام قادیانی کے صریح جھوٹوں کو قادیانی فرقے والے خطایا وہم یا سہو کہہ کر بری الذمہ قرار نہیں دے سکتے۔

تنبیہ: راقم الحروف نے اس مضمون میں تمام حوالے مرزا غلام احمد اور اس کے امتیوں کی اپنی کتابوں سے پیش کئے ہیں۔ کمپوزنگ اور پروف ریڈنگ کی غلطی کے علاوہ ایک حوالہ بھی غلط ثابت ہونے پر دس ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ وما علینا إلا البلاغ (۱/مارچ ۲۰۰۷ء)

حافظ ندیم ظہیر

تذکرۃ الاعیان

## عمر پوری خاندان کا ایک اور چراغ بجھ گیا

مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ

اس مختصر سے عرصے میں یکے بعد دیگرے ممتاز علمی شخصیات اس جہان فانی سے رخصت ہو کر اپنے خالق حقیقی سے جا ملی ہیں۔ ابھی مولانا صفی الرحمن مبارک پوری رحمہ اللہ کی وفات سے پیدا ہونے والے علمی خلا کے الم کا مداوانہ ہو پایا تھا کہ بقیۃ السلف، شیخ الحدیث مولانا عبدالغفار حسن رحمانی رحمہ اللہ کی جدائی مزید غم فزا کر گئی اور اہل علم اس علمی سائے سے محروم ہو گئے۔ (إنا لله و إنا إليه راجعون)

راقم انتہائی اختصار کے ساتھ چند باتیں صفحہ قرطاس پر منتقل کرنے کی سعی کر رہا ہے، وگرنہ مولانا صاحب کے حالات زندگی ایک ضخیم کتاب کے متقاضی ہیں۔

نام: مولانا عبدالغفار حسن بن مولانا حافظ عبدالستار حسن بن مولانا عبدالجبار عمر پوری رحمہم اللہ  
تاریخ پیدائش: ۲۰/ جولائی ۱۹۱۳ء

تعلیم: آپ نے درس نظامی کی مکمل تعلیم شروع سے فراغت تک دارالحدیث رحمانیہ، دہلی میں حاصل کی جس کا شمار ہندوستان کی مشہور درس گاہوں میں ہوتا ہے۔ مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ، دسمبر ۱۹۳۳ء میں جامعہ سے فارغ التحصیل ہوئے، جامعہ سے فراغت کے بعد ۱۹۳۵ء میں لکھنؤ یونیورسٹی سے فاضل ادب (عربی) اور ۱۹۴۰ء میں پنجاب یونیورسٹی سے مولوی فاضل (عربی) کے امتحانات پاس کئے۔

مولانا کے مشہور اساتذہ: آپ کے مشہور اساتذہ میں سے شیخ الحدیث مولانا احمد اللہ صاحب، مولانا عبید اللہ رحمانی مبارکپوری (صاحب مرعۃ شرح مشکوٰۃ) ہیں اور مولانا عبدالرحمن محدث مبارکپوری (صاحب تحفۃ الاحوذی شرح سنن ترمذی) رحمہم اللہ سے بھی جزوی طور پر استفادہ کیا۔

تدریس: تعلیم سے ایک حد تک فارغ ہونے کے بعد آپ نے شعبہ تدریس کا انتخاب کیا اور خوب محنت و جانفشانی سے اپنے اس فریضے کو سرانجام دیتے رہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

جامعہ رحمانیہ بنارس میں تقریباً سات سال تک تفسیر، حدیث، عربی ادب اور دیگر علوم عربیہ و اسلامیہ پڑھاتے رہے۔ اس کے بعد جامعہ کوثر العلوم مالیر کوئٹہ (مشرقی پنجاب) میں اگست ۴۲ء سے مئی ۴۸ء تک تدریس کے ساتھ ساتھ خطابت کے فرائض سرانجام دیتے رہے۔ پھر ایک خاص منہج کے تحت دعوت و تبلیغ کا سلسلہ شروع کیا جو مختلف شہروں پر محیط تھا اور اس دوران میں فتویٰ نویسی میں بھی مصروف رہے۔ جب آپ کے اسلوب تدریس کا ٹھہرہ حجاز تک پہنچا تو ۱۹۶۴ء میں الجامعۃ الاسلامیہ المعروف مدینہ یونیورسٹی، سعودی عرب سے پیغام آیا کہ آپ اپنی علمی خدمات مدینہ یونیورسٹی کے لئے وقف کر دیں۔ مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ (۱۶) سال تک مدینہ منورہ میں پڑھاتے رہے۔ اس سے آپ کے رسوخ علم کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

سعودی عرب سے واپسی پر جامعہ تعلیمات اسلامیہ فیصل آباد میں شیخ الحدیث کی مسند پر فائز ہوئے اور قریباً چار (۴) سال تک درس بخاری کے علاوہ دیگر علوم اسلامیہ کا درس دیتے رہے۔ مولانا عبدالغفار رحمہ اللہ اسلامی نظریاتی کونسل کے رکن بھی رہے، جہاں انھوں نے اہم دینی مسائل کی تحقیق کا سلسلہ شروع کرایا تھا۔

تلامذہ: بلا مبالغہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ مولانا موصوف رحمہ اللہ کے شاگرد سینکڑوں کی تعداد میں ہیں اور دنیا کے مختلف خطوں میں قرآن و حدیث کی صدا کو عام کرنے کے لئے کوشاں ہیں۔ جن کا فرداً فرداً تذکرہ ہم اپنے تفصیلی مضمون میں کریں گے۔ ان شاء اللہ

اولاد: مولانا عبدالغفار حسن رحمہ اللہ کی اولاد میں سے تین بیٹے علمی میدان میں معروف ہیں: ڈاکٹر صہیب حسن صاحب فاضل مدینہ یونیورسٹی، سعودی عرب کی طرف سے دعوت و تدریس کے لئے ان کا تقرر لندن (برطانیہ) میں کیا گیا ہے جہاں وہ پوری ذمہ داری اور



تسلل کے ساتھ دعوتِ دین میں مصروف ہیں۔  
ڈاکٹر سہیل حسن صاحب فاضل مدینہ یونیورسٹی، جو اب انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مولانا راغب حسن صاحب فاضل مدینہ یونیورسٹی وفات: ۲۲/ مارچ ۲۰۰۷ء جمعرات کی شب کو طویل علالت کے بعد تقریباً ۹۴ سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ آپ کا نمازِ جنازہ آپ کے فرزند ارجمند ڈاکٹر صہیب حسن صاحب نے پڑھایا، جنازہ G-10 اسلام آباد کے وسیع گراؤنڈ میں پڑھایا گیا۔ جس میں بہت سی علمی شخصیات کے علاوہ لوگوں کی کثیر تعداد تھی۔ اللہم اغفرلہ وارحمہ۔

حافظ زبیر علی زئی

دعاء

دعا اعلیٰ ترین شرعی عبادت ہے جس میں عاجزی، انکساری، خشوع و خضوع اور پر خلوص کامل توجہ مطلوب ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اپنے رب کو پکارو عاجزی سے گڑگڑاتے ہوئے اور خفیہ، بے شک وہ حد سے گزرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ (الاعراف: ۵۵)  
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ((الدُّعَاءُ هُوَ لِعِبَادَةِ)) دعا ہی عبادت ہے۔

(سنن ابی داؤد: ۹۷۷۹ و صوحہ بیہ صحیح)

دعا صرف اللہ سے مانگی چاہئے کیونکہ وہی سمیع، بصیر، مجیب، مشکل کشا اور حاجت روا ہے۔ رب العالمین فرماتا ہے: اللہ کے ساتھ کسی دوسرے الہ (معبود) کو نہ پکارو ورنہ ان لوگوں میں شامل کر دیئے جاؤ گے جنہیں عذاب دیا جائے گا۔ (اشعرآء: ۲۱۳)

کتنے بدنصیب ہیں وہ لوگ جو اللہ کو چھوڑ کر اُس کی مخلوق سے دعائیں مانگتے ہیں، اللہ کا دربار چھوڑ کر غیر اللہ کے سامنے ماتھا ٹیک دیتے ہیں۔ کیا انھیں پتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ (علم و قدرت سے) ہر مخلوق کی شاہ رگ سے زیادہ اس کے قریب ہے۔ وہی ساری دعائیں سنتا ہے اور جب چاہے قبول فرماتا ہے۔ وہی مشکل کشا اور حاجت روا ہے۔ صحیح عقیدے، اتباع سنت اور رزقِ حلال کے ساتھ ایک اللہ سے دعا مانگو اور اسی کے سامنے جھک جاؤ۔ وہ ساری دعائیں قبول فرمائے گا۔ اِنْ شَاءَ اللہ

غلام مصطفیٰ ظہیر امن پوری

## عورت کے ایام مخصوصہ کی تعیین

حیض کی کم از کم یا زیادہ سے زیادہ مدت مقرر نہیں ہے، اس کا انحصار عورت کی فطرت و عادت پر ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حیض کی کم از کم مدت تین دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے، حالانکہ اس مسئلہ میں ان کے پاس کوئی صحیح دلیل نہیں ہے۔ ”حدیث اور الحمدیث“ کتاب میں مذکور دلائل کا مختصر اور مدلل جائزہ پیش خدمت ہے:

تقلیدی دلیل نمبر ۱: ”عن ابی امامة عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: اقل الحيض ثلاث واكثره عشر۔“ (رواہ الطبرانی فی الکبیر والاوسط مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۸۰)

حضرت ابو امامۃؓ نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔“ (حدیث اور الحمدیث از انوار خورشید دیوبندی: ۲۲۶) تبصرہ: یہ روایت موضوع (من گھڑت) ہے۔ حافظ بیہقی اس روایت کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں: وفيه عبد الملك الكوفي عن العلاء بن كثير لاندري من هو؟ ہم نہیں جانتے کہ عبد الملک الکوفی کون ہے؟ (مجمع الزوائد ج ۱ ص ۲۸۰) لیکن دیوبندی صاحب اس جرح کو ہڑپ کر گئے۔ امام دارقطنی اس روایت کے بعد لکھتے ہیں: ”عبد الملك هذا رجل مجهول والعلاء هو ابن كثير وهو ضعيف ومكحول لم يسمع من أبي امامة شيئاً“ عبد الملک مجہول راوی ہے، العلاء بن کثیر ضعیف ہے اور مکحول نے ابو امامہ سے کچھ نہیں سنا۔ (سنن الدار قطنی ج ۱ ص ۲۱۸ ح ۸۳۵)

العلاء بن کثیر کے بارے میں امام علی بن المدینی فرماتے ہیں: ”ضعيف الحديث جداً“ امام بخاری اور امام ساجی کہتے ہیں یہ منکر الحدیث ہے، امام نسائی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ امام ابوزرعہ الرازی کہتے ہیں: یہ واهی الحدیث (سخت ضعیف) ہے۔ حاکم کہتے ہیں: ضعیف الحدیث منکر الحدیث ہے۔ حافظ ابن عدی فرماتے ہیں: ”العلاء بن كثير لم يسمع من أبي امامة شيئاً“

سے انھوں نے صحابہ سے انھوں نے نبی کریم ﷺ سے جتنے نسخے روایت کیے ہیں، وہ سارے کے سارے غیر محفوظ ہیں، یہ منکر الحدیث راوی ہے۔“ (اکمل لابن عدی ۱۸۶/۵)  
حافظ ابن حبان فرماتے ہیں: ”یروی الموضوعات عن الأثبات“ یہ ثقہ راویوں سے موضوع روایات بیان کرتا تھا۔ (المجر و حین لابن حبان ۱۸۱/۲)  
اس کے بارے میں توثیق کا ایک ادنیٰ کلمہ بھی ثابت نہیں ہے لیکن بد قسمتی سے تقلیدی حضرات اس کی حدیث سے استدلال کرنے میں کوشاں ہیں۔

تقلیدی دلیل نمبر ۲: ”عن واثلة بن الاسقع قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اقل الحيض ثلاثة ايام واكثره عشرة ايام“ (دارقطنی ج ۱ ص ۲۱۹)  
حضرت واثلة بن اسقعؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔“ (حدیث اور ابجدیث ص ۲۲۶)  
تبصرہ: یہ روایت سخت ضعیف ہے، امام دارقطنی اس کو ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں:  
ابن منہال مجہول اور محمد بن احمد بن انس ضعیف ہے۔ (سنن دارقطنی ج ۱ ص ۲۱۹ ح ۸۳۶)  
دیوبندی صاحب نے مذہبی تعصب کی آڑ میں اس جرح کو چھپا کر خیانت علمی کا ارتکاب کیا ہے لیکن یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہے۔ اس روایت کی ایک وجہ ضعف یہ بھی ہے کہ امام ابو حاتم الرازی فرماتے ہیں: بحول نے واثلة بن الاسقع سے نہیں سنا۔ (مراسل لابن ابی حاتم: ۲۱۳)  
یعنی یہ روایت اگر بحول تک ثابت بھی ہو تو منقطع ہے۔

تقلیدی دلیل نمبر ۳: ”عن انس قال ادنى الحيض ثلاثة ايام“ (رواہ الدارمی ج ۱ ص ۱۷۲، قلت رجالہ رجال مسلم اعلیٰ السنن ج ۱ ص ۲۷۷)  
حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حیض کی کم از کم مدت ۳ دن ہے۔“ (حدیث اور ابجدیث ص ۲۲۶)  
تبصرہ: اس کی سند ضعیف ہے، اس میں امام سفیان ثوری مدلس ہیں اور فرماتے ہیں:  
”بلغني عن أنس“ یعنی مجھے یہ روایت (سیدنا) انس (رضی اللہ عنہ) سے پہنچی ہے۔ یہ مبلغ (پہنچانے والا) نامعلوم ہے لہذا یہ سند تدلیس اور انقطاع کی وجہ سے معلول و ضعیف ہے۔

بعض الناس کا یہ کہنا کہ ”رجالہ رجال مسلم“ اس روایت کے راوی مسلم کے راوی ہیں۔  
انتہا درجہ کا دھوکا ہے جو صرف ایسے لوگوں کے حصے میں آتا ہے جو منقطع، ضعیف و مردود  
روایات سے ہی حجت پکڑتے ہیں۔

تقلیدی دلیل نمبر ۴: ”عن انس قال ادنى الحيض ثلثة واقصاه عشرة“

(دارقطنی ج ۱ ص ۲۰۹)

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔“

(حدیث اور الہجریہ ص ۲۲۷)

تبصرہ: یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ اس میں الجلد بن ایوب راوی متروک ہے بلکہ خود امام  
دارقطنی نے بھی متروک کہا ہے۔ (الضعفاء والمتروكون للدارقطنی: ۱۴۱)

امام احمد بن حنبل فرماتے ہیں: اس کی حدیث کسی چیز کے برابر نہیں ہے، وہ ضعیف الحدیث  
ہے۔ امام یحییٰ بن معین فرماتے ہیں: ضعیف ہے۔ امام ابو حاتم فرماتے ہیں: ضعیف الحدیث  
یکتب حدیثہ ولا یحتج بہ اور امام ابو زرعہ نے لیس بالقوی کہا ہے۔

(المرجوع والتخلیل لابن ابی حاتم ۵۴۹/۲)

امام نسائی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ اس کی توثیق کا ایک حرف بھی ثابت نہیں ہے لہذا غالباً  
اسی وجہ سے ایسے متروک راوی کی روایت آلِ تقلید کے حصے میں آئی ہے۔

تقلیدی دلیل نمبر ۵: ”عن الحسن أن عثمان بن ابی العاص الثقفی قال  
الحائض اذا جاوزت عشرة ايام فہی بمنزلة المستحاضة تغسل وتصلی“

(دارقطنی ج ۱ ص ۲۱۰)

حضرت حسنؓ حضرت عثمان بن ابی العاص ثقفیؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا  
حائضہ عورت جب دس سے تجاوز کر جائے تو وہ بمنزلہ مستحاضہ عورت کے ہے غسل کر کے نماز

پڑھے گی۔“ (حدیث اور الہجریہ ص ۲۲۷)

تبصرہ: اس کی سند کی وجہ سے ضعیف و مردود ہے:

۱: اس میں ہشام بن حسان راوی ”مدلس“ ہیں جو بصیغہ ”عن“ حسن بصری سے روایت کر رہے ہیں۔ امام ابن المدینی اور امام ابو حاتم نے ان کو ”مدلس“ کہا ہے۔ (طبقات المدلسین: ۴۷)  
۲: حافظ ابن حجر لکھتے ہیں: اس کی روایت حسن بصری اور عطاء بن ابی رباح سے ہو تو اس میں کلام ہوتا ہے۔ (تقریب التہذیب: ۸۲۰۵)

امام اسماعیل بن علیہ کہتے ہیں: ”کنا لانعد ہشام بن حسان فی الحسن شیئاً“  
ہشام بن حسان جب حسن بصری سے روایت کرتے تو ہم انہیں کچھ بھی شمار نہیں کرتے تھے۔  
(الجرح والتعديل ۵۶۹)

یہ جرح مفسر ہے لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔

۳: اس میں ایک علت حسن بصری کی تدلیس بھی ہے۔

۴: ایک وجہ ضعف انقطاع ہے۔ حاکم فرماتے ہیں: ”فإن الحسن لم يسمع من عثمان بن أبي العاص“ حسن بصری نے عثمان بن ابی العاص سے نہیں سنا۔

(مستدرک حاکم ۱۷۶۱)

تقلیدی دلیل نمبر ۶: ”عن سفیان قال اقل الحيض ثلاث واكثره عشر (واقطنی ج ۱ ص ۲۱۰)  
حضرت سفیان فرماتے ہیں کہ حیض کی کم از کم مدت ۳ دن اور زیادہ سے زیادہ دس دن ہے۔“  
(حدیث اور الہدایت ص ۲۲۶)

تبصرہ: یہ امام سفیان ثوری کا قول ہے۔ نہ قرآن ہے نہ حدیث ہے، نہ قول صحابی ہے، نہ اجماع ہے اور نہ قول ابو حنیفہ ہے۔ تقلید پرست حضرات اپنے مزعوم امام ابو حنیفہ سے یہ مسئلہ باسند صحیح ثابت کرنے سے تو قاصر رہے، ان سے ہمارا سوال ہے کہ آپ امام ابو حنیفہ کے اندھے مقلد ہیں یا امام سفیان ثوری کے؟

یہ ان لوگوں کی حیض کے متعلق کم از کم اور زیادہ سے زیادہ دنوں کی تعیین کے بارے میں کل کائنات تھی جس کا حشر آپ نے دیکھ لیا کہ وہ نبی کریم ﷺ یا کسی صحابی رضی اللہ عنہ سے تو عورت کے ماہانہ ایام کی گنتی کی تعیین ثابت نہ کر سکے، صرف موضوع (من گھڑت) اور

ضعیف روایات پیش کر کے سادہ لوح عوام کو یہ باور کرانے کی ناکام و مذموم کوشش کی ہے کہ ہم بھی اس مسئلے میں حدیثی دلائل رکھتے ہیں جبکہ دلائل و براہین سے یہ لوگ سرے سے خالی ہیں۔ ایک بھی روایت اصولی محدثین کے مطابق ثابت کرنے سے قاصر ہیں لیکن اس کے باوجود یہ بلند بانگ دعویٰ کرتے ہیں کہ

”احادیث و آثار سے تو حیض کی اقل و اکثر مدت ثابت ہو رہی ہے“ (حدیث اور ابجدیث ص ۲۲۸)

قارئین کرام! انصاف شرط ہے، بتائیں اہل حق کے ایسے دلائل ہوتے ہیں؟

امام عطاء بن ابی رباح نے فرمایا: حیض کا کم از کم وقت ایک دن ہے۔ (السنن الکبریٰ للبیہقی ۳۲۰/۱ وسند حسن، الدارمی ۲۱۱/۱ ح ۸۵۰، الدارقطنی ۲۰۷/۱ ح ۹۰ و صحیح ابن حجر فی الفتح ۴۲۵/۱)

اس سے معلوم ہوا کہ دیوبندیوں کا یہ کہنا ”حیض کی کم از کم مدت ۳ دن“ ہے، غلط ہے۔ عورت کے ماہانہ ایام کی تعیین کے بارے میں قرآن و حدیث اور اجماع امت میں کوئی دلیل نہیں ہے لہذا اس مسئلے میں کم از کم یا زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد نہیں۔

یہی بات حافظ ابن حزم نے مخالفین کے دلائل کا رد کر کے راجح قرار دی ہے۔ (المحلی ۲۰۰/۲ ح ۲۰۳)

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کی بھی یہی تحقیق ہے۔ دیکھئے مجموع الفتاویٰ (۱۹/۲۳)

ابن الترمذی حنفی نے تسلیم کیا ہے کہ حیض (کی مقدار ایام) کے بارے میں نہ کوئی نص (دلیل) ہے اور نہ اجماع، رہی عادت تو وہ مختلف ہے جیسا کہ عطاء وغیرہ سے گزر چکا ہے۔ (الجوہر النقی ۳۲۰/۱)

سرفراز خان دیوبندی تقلیدی کہتے ہیں: ”علامہ زیلعیؒ نصب الرأیہ ج ۱ ص ۱۵۱ سے ج ۱ ص ۱۵۶ تک میں بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: مبنی بر انصاف بات یہ ہے کہ حیض کے اقل اور اکثر کی تعیین کے بارے میں کسی فریق کے پاس کوئی صحیح، مرفوع اور صریح روایت نہیں۔ مبارک پوریؒ تحفۃ الاحوذی ج ۱ ص ۱۲۲ میں لکھتے ہیں کہ کتاب وسنت سے اقل اور اکثر کی تعیین نہیں۔ صرف عرف اور عادت کے ذریعے اس کی تعیین کی گئی ہے۔“ (خزان السنن ۲۲۸/۱)

خلاصۃ التحقيق: عورت کے ماہانہ ایام کی کم از کم یا زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد مقرر نہیں ہے۔

حافظ شیر محمد

## امام ابن شہاب الزہری رحمہ اللہ سے محبت

نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ (( طوبی لمن رآنی وطوبی لمن رأى من رأى من رأى : طوبی لهم وحسن مآب )) اس شخص کے لئے خوش خبری ہے جس نے (حالتِ ایمان میں) مجھے دیکھا اور اس کے لئے (بھی) خوش خبری ہے جس نے (حالتِ ایمان میں) اُسے دیکھا جس نے مجھے دیکھا، ان سب کے لئے خوش خبری اور بہترین ٹھکانا ہے۔

(الا حدیث المختارۃ للفضلاء المقدسی ۹۹۹ ج ۸۷ وسندہ حسن)

اس حدیث میں صحیح العقیدہ سچے تابعین کی عظیم الشان فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ان تابعین میں سے مدینہ طیبہ کے رہنے والے امام محمد بن مسلم بن عبید اللہ بن عبد اللہ بن شہاب الزہری رحمہ اللہ کو دس صحابہ کرام کے دیدار کا شرف حاصل ہے جن میں سیدنا انس بن مالک، سیدنا سہل بن سعد، سیدنا محمود بن ربیع اور سیدنا سائب بن یزید رضی اللہ عنہم بہت مشہور ہیں۔ امام ابن شہاب الزہری کی بیان کردہ احادیث صحیح بخاری، صحیح مسلم، صحیح ابن خزیمہ، صحیح ابن الجارود، صحیح ابی عوانہ، صحیح ابن حبان، سنن اربعہ، موطأ امام مالک، کتاب الامام الامام الشافعی اور مسند احمد وغیرہ میں کثرت سے موجود ہیں۔

امام زہری کو امام عجمی و حافظ ابن حبان وغیرہ نے صراحۃً ثقہ قرار دیا ہے۔

(دیکھئے تاریخ العجمی: ۱۵۰۰ و قال: ”مدنی تابعی ثقة“ الثقات لابن حبان ۳۴۹/۵)

امام بخاری، امام مسلم، امام ابن خزیمہ اور امام ابن الجارود وغیرہم نے تصحیح حدیث کے ذریعے سے انھیں ثقہ و صحیح الحدیث قرار دیا ہے۔

امام زہری کے جلیل القدر شاگرد امام مالک بن انس المدنی رحمہ اللہ نے فرمایا: ابن شہاب ایسے دور میں باقی رہے جب دنیا میں ان جیسا کوئی بھی نہیں تھا۔

(الجرح والتعديل لابن ابی حاتم ج ۸ ص ۷۲ وسندہ صحیح)

امام ایوب بن ابی تمیمہ السخثانی رحمہ اللہ (متوفی ۱۳۱ھ) نے فرمایا: میں نے زہری سے بڑا کوئی عالم نہیں دیکھا۔

(الجرح والتعديل ۳/۸، العلل لئلام احمد: ۱۰۷/۱۰۳، تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی: ۹۶۱، وسندہ صحیح)

اہل سنت کے حلیل القدر امام عبد اللہ بن المبارک المروزی رحمہ اللہ نے فرمایا:  
ہمارے نزدیک زہری کی حدیث اس طرح ہے جیسے (براہ راست) ہاتھ سے کوئی چیز لی جائے۔ (الجرح والتعديل ۳/۸، وسندہ صحیح)

امیر المؤمنین عمر بن عبد العزیز الاموی الخلیفہ نے فرمایا: ”ما أتاك به الزهري يسنده فاشدد به يديك“ تمھارے پاس زہری جو کچھ سند کے ساتھ لے کر آئیں تو اسے مضبوطی سے پکڑ لو۔ (تاریخ ابی زرعۃ الدمشقی: ۹۶۰، وسندہ صحیح)

مشہور تابعی عمرو بن دینار المکی (متوفی ۱۲۶ھ) نے فرمایا: میں نے زہری سے زیادہ بہترین حدیثیں بیان کرنے والا (تابعین میں سے) کوئی بھی نہیں دیکھا۔

(الجرح والتعديل ۳/۸، وسندہ صحیح، کتاب المعرفة والتاريخ لئلام ليعقوب بن سفيان الفارسي ج ۱ ص ۶۳۴، وسندہ صحیح)  
امام سفيان بن عيينه رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لوگوں میں زہری سے زیادہ (ان کے زمانے میں) سنت کا عالم دوسرا کوئی نہیں تھا۔ (الجرح والتعديل ۳/۸، وسندہ صحیح)

انھوں نے مزید فرمایا کہ میں نے زہری، حماد اور قتادہ سے زیادہ فقیہ کوئی نہیں دیکھا۔

(الجرح والتعديل ۳/۸، وسندہ صحیح، نیز دیکھئے المعرفة والتاريخ ۶۲۱، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳۸۹، ۱۳۹۰، ۱۳۹۱، ۱۳۹۲، ۱۳۹۳، ۱۳۹۴، ۱۳۹۵، ۱۳۹۶، ۱۳۹۷، ۱۳۹۸، ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۰۱، ۱۴۰۲، ۱۴۰۳، ۱۴۰۴، ۱۴۰۵، ۱۴۰۶، ۱۴۰۷، ۱۴۰۸، ۱۴۰۹، ۱۴۱۰، ۱۴۱۱، ۱۴۱۲، ۱۴۱۳، ۱۴۱۴، ۱۴۱۵، ۱۴۱۶، ۱۴۱۷، ۱۴۱۸، ۱۴۱۹، ۱۴۲۰، ۱۴۲۱، ۱۴۲۲، ۱۴۲۳، ۱۴۲۴، ۱۴۲۵، ۱۴۲۶، ۱۴۲۷، ۱۴۲۸، ۱۴۲۹، ۱۴۳۰، ۱۴۳۱، ۱۴۳۲، ۱۴۳۳، ۱۴۳۴، ۱۴۳۵، ۱۴۳۶، ۱۴۳۷، ۱۴۳۸، ۱۴۳۹، ۱۴۴۰، ۱۴۴۱، ۱۴۴۲، ۱۴۴۳، ۱۴۴۴، ۱۴۴۵، ۱۴۴۶، ۱۴۴۷، ۱۴۴۸، ۱۴۴۹، ۱۴۵۰، ۱۴۵۱، ۱۴۵۲، ۱۴۵۳، ۱۴۵۴، ۱۴۵۵، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۱۴۵۸، ۱۴۵۹، ۱۴۶۰، ۱۴۶۱، ۱۴۶۲، ۱۴۶۳، ۱۴۶۴، ۱۴۶۵، ۱۴۶۶، ۱۴۶۷، ۱۴۶۸، ۱۴۶۹، ۱۴۷۰، ۱۴۷۱، ۱۴۷۲، ۱۴۷۳، ۱۴۷۴، ۱۴۷۵، ۱۴۷۶، ۱۴۷۷، ۱۴۷۸، ۱۴۷۹، ۱۴۸۰، ۱۴۸۱، ۱۴۸۲، ۱۴۸۳، ۱۴۸۴، ۱۴۸۵، ۱۴۸۶، ۱۴۸۷، ۱۴۸۸، ۱۴۸۹، ۱۴۹۰، ۱۴۹۱، ۱۴۹۲، ۱۴۹۳، ۱۴۹۴، ۱۴۹۵، ۱۴۹۶، ۱۴۹۷، ۱۴۹۸، ۱۴۹۹، ۱۵۰۰، ۱۵۰۱، ۱۵۰۲، ۱۵۰۳، ۱۵۰۴، ۱۵۰۵، ۱۵۰۶، ۱۵۰۷، ۱۵۰۸، ۱۵۰۹، ۱۵۱۰، ۱۵۱۱، ۱۵۱۲، ۱۵۱۳، ۱۵۱۴، ۱۵۱۵، ۱۵۱۶، ۱۵۱۷، ۱۵۱۸، ۱۵۱۹، ۱۵۲۰، ۱۵۲۱، ۱۵۲۲، ۱۵۲۳، ۱۵۲۴، ۱۵۲۵، ۱۵۲۶، ۱۵۲۷، ۱۵۲۸، ۱۵۲۹، ۱۵۳۰، ۱۵۳۱، ۱۵۳۲، ۱۵۳۳، ۱۵۳۴، ۱۵۳۵، ۱۵۳۶، ۱۵۳۷، ۱۵۳۸، ۱۵۳۹، ۱۵۴۰، ۱۵۴۱، ۱۵۴۲، ۱۵۴۳، ۱۵۴۴، ۱۵۴۵، ۱۵۴۶، ۱۵۴۷، ۱۵۴۸، ۱۵۴۹، ۱۵۵۰، ۱۵۵۱، ۱۵۵۲، ۱۵۵۳، ۱۵۵۴، ۱۵۵۵، ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ۱۵۵۸، ۱۵۵۹، ۱۵۶۰، ۱۵۶۱، ۱۵۶۲، ۱۵۶۳، ۱۵۶۴، ۱۵۶۵، ۱۵۶۶، ۱۵۶۷، ۱۵۶۸، ۱۵۶۹، ۱۵۷۰، ۱۵۷۱، ۱۵۷۲، ۱۵۷۳، ۱۵۷۴، ۱۵۷۵، ۱۵۷۶، ۱۵۷۷، ۱۵۷۸، ۱۵۷۹، ۱۵۸۰، ۱۵۸۱، ۱۵۸۲، ۱۵۸۳، ۱۵۸۴، ۱۵۸۵، ۱۵۸۶، ۱۵۸۷، ۱۵۸۸، ۱۵۸۹، ۱۵۹۰، ۱۵۹۱، ۱۵۹۲، ۱۵۹۳، ۱۵۹۴، ۱۵۹۵، ۱۵۹۶، ۱۵۹۷، ۱۵۹۸، ۱۵۹۹، ۱۶۰۰، ۱۶۰۱، ۱۶۰۲، ۱۶۰۳، ۱۶۰۴، ۱۶۰۵، ۱۶۰۶، ۱۶۰۷، ۱۶۰۸، ۱۶۰۹، ۱۶۱۰، ۱۶۱۱، ۱۶۱۲، ۱۶۱۳، ۱۶۱۴، ۱۶۱۵، ۱۶۱۶، ۱۶۱۷، ۱۶۱۸، ۱۶۱۹، ۱۶۲۰، ۱۶۲۱، ۱۶۲۲، ۱۶۲۳، ۱۶۲۴، ۱۶۲۵، ۱۶۲۶، ۱۶۲۷، ۱۶۲۸، ۱۶۲۹، ۱۶۳۰، ۱۶۳۱، ۱۶۳۲، ۱۶۳۳، ۱۶۳۴، ۱۶۳۵، ۱۶۳۶، ۱۶۳۷، ۱۶۳۸، ۱۶۳۹، ۱۶۴۰، ۱۶۴۱، ۱۶۴۲، ۱۶۴۳، ۱۶۴۴، ۱۶۴۵، ۱۶۴۶، ۱۶۴۷، ۱۶۴۸، ۱۶۴۹، ۱۶۵۰، ۱۶۵۱، ۱۶۵۲، ۱۶۵۳، ۱۶۵۴، ۱۶۵۵، ۱۶۵۶، ۱۶۵۷، ۱۶۵۸، ۱۶۵۹، ۱۶۶۰، ۱۶۶۱، ۱۶۶۲، ۱۶۶۳، ۱۶۶۴، ۱۶۶۵، ۱۶۶۶، ۱۶۶۷، ۱۶۶۸، ۱۶۶۹، ۱۶۷۰، ۱۶۷۱، ۱۶۷۲، ۱۶۷۳، ۱۶۷۴، ۱۶۷۵، ۱۶۷۶، ۱۶۷۷، ۱۶۷۸، ۱۶۷۹، ۱۶۸۰، ۱۶۸۱، ۱۶۸۲، ۱۶۸۳، ۱۶۸۴، ۱۶۸۵، ۱۶۸۶، ۱۶۸۷، ۱۶۸۸، ۱۶۸۹، ۱۶۹۰، ۱۶۹۱، ۱۶۹۲، ۱۶۹۳، ۱۶۹۴، ۱۶۹۵، ۱۶۹۶، ۱۶۹۷، ۱۶۹۸، ۱۶۹۹، ۱۷۰۰، ۱۷۰۱، ۱۷۰۲، ۱۷۰۳، ۱۷۰۴، ۱۷۰۵، ۱۷۰۶، ۱۷۰۷، ۱۷۰۸، ۱۷۰۹، ۱۷۱۰، ۱۷۱۱، ۱۷۱۲، ۱۷۱۳، ۱۷۱۴، ۱۷۱۵، ۱۷۱۶، ۱۷۱۷، ۱۷۱۸، ۱۷۱۹، ۱۷۲۰، ۱۷۲۱، ۱۷۲۲، ۱۷۲۳، ۱۷۲۴، ۱۷۲۵، ۱۷۲۶، ۱۷۲۷، ۱۷۲۸، ۱۷۲۹، ۱۷۳۰، ۱۷۳۱، ۱۷۳۲، ۱۷۳۳، ۱۷۳۴، ۱۷۳۵، ۱۷۳۶، ۱۷۳۷، ۱۷۳۸، ۱۷۳۹، ۱۷۴۰، ۱۷۴۱، ۱۷۴۲، ۱۷۴۳، ۱۷۴۴، ۱۷۴۵، ۱۷۴۶، ۱۷۴۷، ۱۷۴۸، ۱۷۴۹، ۱۷۵۰، ۱۷۵۱، ۱۷۵۲، ۱۷۵۳، ۱۷۵۴، ۱۷۵۵، ۱۷۵۶، ۱۷۵۷، ۱۷۵۸، ۱۷۵۹، ۱۷۶۰، ۱۷۶۱، ۱۷۶۲، ۱۷۶۳، ۱۷۶۴، ۱۷۶۵، ۱۷۶۶، ۱۷۶۷، ۱۷۶۸، ۱۷۶۹، ۱۷۷۰، ۱۷۷۱، ۱۷۷۲، ۱۷۷۳، ۱۷۷۴، ۱۷۷۵، ۱۷۷۶، ۱۷۷۷، ۱۷۷۸، ۱۷۷۹، ۱۷۸۰، ۱۷۸۱، ۱۷۸۲، ۱۷۸۳، ۱۷۸۴، ۱۷۸۵، ۱۷۸۶، ۱۷۸۷، ۱۷۸۸، ۱۷۸۹، ۱۷۹۰، ۱۷۹۱، ۱۷۹۲، ۱۷۹۳، ۱۷۹۴، ۱۷۹۵، ۱۷۹۶، ۱۷۹۷، ۱۷۹۸، ۱۷۹۹، ۱۸۰۰، ۱۸۰۱، ۱۸۰۲، ۱۸۰۳، ۱۸۰۴، ۱۸۰۵، ۱۸۰۶، ۱۸۰۷، ۱۸۰۸، ۱۸۰۹، ۱۸۱۰، ۱۸۱۱، ۱۸۱۲، ۱۸۱۳، ۱۸۱۴، ۱۸۱۵، ۱۸۱۶، ۱۸۱۷، ۱۸۱۸، ۱۸۱۹، ۱۸۲۰، ۱۸۲۱، ۱۸۲۲، ۱۸۲۳، ۱۸۲۴، ۱۸۲۵، ۱۸۲۶، ۱۸۲۷، ۱۸۲۸، ۱۸۲۹، ۱۸۳۰، ۱۸۳۱، ۱۸۳۲، ۱۸۳۳، ۱۸۳۴، ۱۸۳۵، ۱۸۳۶، ۱۸۳۷، ۱۸۳۸، ۱۸۳۹، ۱۸۴۰، ۱۸۴۱، ۱۸۴۲، ۱۸۴۳، ۱۸۴۴، ۱۸۴۵، ۱۸۴۶، ۱۸۴۷، ۱۸



ابوحاتم رازی نے فرمایا: زہری کی بیان کردہ حدیث حجت ہے اور (سیدنا) انس (رضی اللہ عنہ) کے شاگردوں میں سب سے زیادہ ثقہ زہری ہیں۔ (الجرح والتعديل ۴/۸۷ و صحیح)  
ابوزرعہ الرازی نے زہری کو عمرو بن دینار سے بڑا حافظ قرار دیا۔ (الجرح والتعديل ۴/۸۷ و سندہ صحیح)  
مشہور تابعی اور جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ و صدوق امام مکحول الشامی نے فرمایا: میرے علم میں سنت گذشتہ کو زہری سے زیادہ کوئی نہیں جانتا۔ (العلل لاحمد: ۱۰۲/۱۰۶ و سندہ صحیح)  
مختصر یہ کہ امام زہری کے ثقہ و صدوق اور صحیح الحدیث ہونے پر اجماع ہے۔ حافظ ابن حجر العسقلانی لکھتے ہیں: ”الزهری أبو بكر الفقيه الحافظ، متفق على جلالته واتقانه“  
یعنی زہری فقیہ حافظ تھے اور ان کی جلالت و اتقان (ثقہ ہونے) پر اتفاق ہے۔

(تقریب التہذیب: ۶۲۹۶)

حافظ ابن عساکر الدمشقی نے فرمایا: ”أحد الأعلام من أئمة الإسلام“ وہ ائمہ اسلام کے بڑے علماء میں سے ہیں۔ (تاریخ دمشق ج ۵۸ ص ۲۲۰)

امام زہری کے شاگردوں میں عمر بن عبدالعزیز، عطاء بن ابی رباح، قتادہ، عمرو بن شعیب، عمرو بن دینار، ایوب سختیانی، امام مالک، سفیان بن عیینہ اور ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین الباقر وغیرہم جیسے عظیم الشان و جلیل القدر علمائے حق بھی تھے۔ رحمہم اللہ! جمعین چودھویں پندرہویں صدی ہجری میں بعض منکرین حدیث اور شیعہ حضرات نے امام زہری پر طعن و تشنیع کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔ اہل بدعت کے ان حملوں اور ان کے جوابات کے لئے دیکھئے ماہنامہ الحديث: ۳۳-۴۱، شمارہ: ۳۵، ۳۶

امام عمرو بن دینار المکی فرماتے ہیں: میں نے زہری جیسا کوئی نہیں دیکھا کہ جس کے نزدیک درہم و دینار کی کوئی حیثیت نہیں۔ (المعرفة والتاريخ ۶۳۴ و سندہ صحیح، سنن الترمذی: ۵۲۳)  
یعنی آپ دولت سے ذرا بھی محبت نہیں کرتے تھے۔ جمہور محدثین کے نزدیک ثقہ و صدوق امام سلیمان بن موسیٰ الدمشقی نے فرمایا: اگر ہمارے پاس علم بذریعہ اہل الحجاز عن الزہری آئے تو ہم اسے قبول کرتے ہیں۔ (المعرفة والتاريخ ۶۳۴، ۴۰، ۴۱ و سندہ صحیح)

جدید منکرین حدیث کا امام زہری پر تشیع کا الزام سرے سے باطل و مردود ہے۔ امام بخاری نے امام زہری سے تعلیقاً نقل کیا ہے کہ ”مَنْ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ الرِّسَالَةُ وَعَلَى رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ الْبَلَاغُ وَعَلَيْنَا التَّسْلِيمُ“ رسالت (کا بیان) اللہ کی طرف سے ہے، رسول اللہ ﷺ کا کام اسے آگے پہنچا دینا ہے اور ہمارا کام سر تسلیم خم کرنا ہے۔ (صحیح بخاری قبل ج ۵۳۰) امام زہری نے فرمایا: ”الإعتصام بالسنة نجاة“ سنت (احادیث) کو مضبوطی سے پکڑنے میں نجات ہے۔ (تاریخ دمشق لابن عساکر ج ۵۸ ص ۲۶۵ وسندہ حسن)

امام شافعی کے چچا محمد بن علی بن شافع فرماتے ہیں کہ (ناصبی خلیفہ) ہشام (بن عبد الملک اموی) نے (امام) زہری سے پوچھا کہ ﴿وَالَّذِي تَوَلَّى كِبْرَهُ مِنْهُمْ﴾ سے کون مراد ہے؟ تو انھوں نے فرمایا: عبد اللہ بن اُبی۔ ہشام نے کہا: تم نے جھوٹ بولا ہے۔ زہری نے جواب دیا: ”میں جھوٹ بولتا ہوں؟ تیرا باپ نہ رہے، اللہ کی قسم اگر آسمان سے کوئی منادی کرنے والا منادی کرے کہ اللہ نے جھوٹ کو حلال کر دیا ہے تو میں پھر بھی جھوٹ نہیں بولوں گا۔“ پھر انھوں نے اسے اس کے بارے میں احادیث سنائیں۔

(تاریخ دمشق ۲۷۳/۵۸ وسندہ صحیح، تاریخ میں غمی کے بجائے غلطی سے عمر لکھا ہوا ہے۔)

آخر میں عرض ہے کہ امام ابن شہاب زہری اور تمام صحیح العقیدہ سچے تابعین سے محبت کرنا ایمان کی نشانی ہے۔ جو بد نصیب شخص ان ثقہ و صدوق علماء پر طعن و تشنیع کے تیر چلانے کی کوشش کرے، اس کا مقابلہ پوری قوت اور شدید جذبہ ایمانی سے کرنا چاہئے۔

حافظ ابن حبان فرماتے ہیں: ”وكان من أحفظ أهل زمانه وأحسنهم سيافاً لمتون الأخبار وكان فقيهاً فاضلاً، روى عنه الناس“ زہری اپنے زمانے میں سب سے بڑے حافظ اور متون احادیث کو سب سے اچھے طریقے سے بیان کرنے والے تھے اور فقیہ فاضل تھے۔ آپ سے لوگوں نے روایتیں بیان کی ہیں۔ (الثقات ۳۲۹/۵)

اے اللہ! ہمارے دل امام زہری اور سچے صحیح العقیدہ تابعین کی محبت سے بھر دے۔

آمین یا رب العالمین

ابو خالد شاکر

## مولانا محمد حیات سندھی رحمۃ اللہ علیہ

نام و نسب: محمد حیات بن ابراہیم سندھی، قبیلہ چاچڑ  
ولادت: عادل پور تحصیل گھوکی (ضلع سکھر) صوبہ سندھ (حال پاکستان) تارخ پیدائش نامعلوم  
اساتذہ: ابوالحسن محمد بن عبدالبہادی السندھی الکبیر المدنی صاحب الحواشی علی الکتب الستہ،  
عبد اللہ بن سالم البصری المکی، ابوطاہر محمد بن ابراہیم الکردی المدنی اور حسن بن علی النجیمی وغیرہم  
تلامذہ: محمد بن عبد الوہاب التیمی صاحب کتاب التوحید مجدد دعوة التوحید، علامہ محمد بن  
اسماعیل الامیر الصنعانی صاحب سبل السلام شرح بلوغ المرام، غلام علی آزاد بلگرامی صاحب سبحة  
المرجان فی آثار ہندوستان، محمد بن احمد السفارینی، محمد فاخر الہ آبادی اور ابوالحسن بن محمد صادق  
السندھی الصغیر وغیرہم (آپ ٹھٹھ سندھ میں بھی رہے ہیں)  
تصانیف: شرح الترغیب والترہیب (دو جلدیں) شرح الاربعین لملا علی القاری، تحفہ الانام  
فی العمل لحدیث النبی علیہ الصلوٰۃ والسلام، شرح الحکم العطاسیہ، الاقیاف علی سبب الاختلاف،  
فتح الغفور فی وضع الایدی علی الصدور، تحفہ الجبین شرح الاربعین للنووی، رسالہ فی انھی من  
عشق صور المرء والنسوان اور رسالہ فی ابطال الضرائح وغیرہ۔  
عقیدہ و منہج: آپ تقلید شخصی اور تقلید جامد کے خلاف تھے اور التزام مذاہب مخصوصہ کو  
جہالت، بدعت اور تعصب سمجھتے تھے۔ دیکھئے ایقاظ، ہم اولی الابصار للفلانی ص ۷۰، آپ قبر  
پرستی کے سخت مخالف تھے۔ آپ نے نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنے کے بارے میں مشہور  
رسالہ لکھا ہے اور محمد ہاشم ٹھٹھوی تقلیدی کا زبردست رد کیا ہے۔ ڈاکٹر ضیاء الرحمن اعظمی مدنی  
لکھتے ہیں کہ آپ عامل بالحدیث تھے اور تعصب مذہبی کے خلاف تھے۔ (مقدمۃ فتح الغفور ص ۱۹)  
یعنی آپ اہل حدیث تھے لہذا آپ کو حنفی کہنا غلط ہے۔ رحمہ اللہ  
تدریس: آپ سندھ سے ہجرت کر کے مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تھے اور شیخ ابوالحسن

السندھی الکبیر کی وفات کے بعد آپ نے مدینہ میں چوبیس (۲۴) سال تدریس کی۔  
علمی مقام: تمام علماء مثلاً مرادی اور کتانی وغیرہ آپ کی تعریف و توثیق پر متفق ہیں۔  
ابوالحسن ندوی تقلیدی کے والد نے کہا: ”الشیخ الإمام العالم الکبیر المحدث“  
(نزہۃ الخواطر ج ۶ ص ۳۰۹)

وفات: ۲۶ صفر ۱۱۶۳ھ بمطابق ۱۷۵۰ء مدینہ منورہ، آپ یقیناً الغرقہ میں دفن ہوئے۔  
تذکرہ: آپ کا تذکرہ اور ذکر خیر سبۃ المرجان، نزہۃ الخواطر، سلک الدرر لرحمہ خلیل بن علی  
المرادی، فہرس الفہارس للکتانی، ایضاح المکنون للبغدادی، ابجد العلوم، الاعلام للزکلی اور  
معجم المؤلفین للکحلاہ وغیرہ میں موجود ہے۔  
ملفوظات: مولانا محمد حیات سندھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

۱: ”قلت: إذا كان المعبود الأمر بالعبادة واحداً، والرسول -صلى الله  
عليه وآله وسلم- واحداً، والدين واحداً، وهؤلاء العلماء كلهم يريدون  
اتباع الدين، ولا يقصرون، وكل له فضائل وكمالات، وقد قال الله تعالى:  
﴿فَسْئَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ﴾ [النحل: ۴۳] فالنعصب لمعين  
والجمود لماذا؟“

جب عبادت کا حکم دینے والا معبود ایک، رسول ﷺ ایک اور دین ایک ہے۔ یہ سارے  
علماء دین کی اتباع چاہتے ہیں، اس میں کمی نہیں کرتے اور ہر ایک کے فضائل و کمالات ہیں۔  
اللہ نے فرمایا: اگر تم نہیں جانتے تو اہل ذکر سے پوچھ لو۔ (النحل: ۴۳) تو ایک معین (امام)  
کے لئے تعصب اور (تقلیدی) جمود کس لئے ہے؟ (الایقان علی سبب الاختلاف ص ۴۲، ۴۳)  
پھر انھوں نے تقلید کا رد کیا ہے۔

۲: مولانا محمد حیات رحمہ اللہ فرماتے ہیں: سابقہ معروضات سے یہ ثابت ہوا کہ نماز میں  
سینے پر ہاتھ باندھنا اصل اصیل اور دلیل جلیل ہے لہذا اہل ایمان کو اس عمل سے پیچھے نہیں  
رہنا چاہئے۔ (ترجمہ از فتح الغفور فی وضع الایدی علی الصدور ص ۹۹)

مولانا عبدالغفار حسن رحمانی رحمہ اللہ

### [منکرین حدیث کا انجام]

سراوہ۔ ضلع میرٹھ کے ایک بزرگ عالم حافظ کبیر احمد صاحب تھے۔ اُن کا شمار ہمارے بزرگوں میں ہوتا ہے۔ وہ عابد و زاہد ہونے کے باوجود خوش مزاج بھی تھے۔ اُن سے ممتاز حسین صاحب کی نوک جھونک رہا کرتی تھی۔ ایک مرتبہ ایسا ہوا کہ کسی جگہ ملاقات کے موقع پر مولانا کبیر احمد صاحب نے ممتاز حسین صاحب سے دریافت کیا کہ قرآن مجید سے ظہر وعصر کی چار رکعات، مغرب کی تین اور فجر کی دو رکعات کا ثبوت پیش کیجئے؟ جواب میں انھوں نے یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولٰٓئِیْ اَجْنَحَہٗ مِّثْنٰی وَثُلُثٌ وَرُبُعٌ﴾ ترجمہ: سب حمد و ثنا میں و آسمان پیدا کرنے والے کے لئے ہے، جس نے فرشتے پیدا کئے، جو دو دو، اور تین تین اور چار چار پروں والے ہیں۔“ (فاطر: ۱) تو فرماتے ہیں دو دو، چار چار، تین تین سے نماز کی رکعات مراد ہیں۔ مولانا حافظ کبیر احمد صاحب یہ انوکھا استدلال سُن کر مسکراتے ہوئے خاموش ہو گئے۔ اور ایک دوسرے موقع پر جب سر راہ ملاقات ہوئی اور جناب ممتاز حسین صاحب نے مصافحہ کے لئے اپنا ہاتھ بڑھایا، تو کبیر احمد صاحب نے اپنا ہاتھ کھینچتے ہوئے بازو اور بغل سے ملا لیا، ممتاز حسین صاحب نے ازراہ تعجب پوچھا: یہ کیا ہو رہا ہے؟ آپ سمٹ کیوں رہے ہیں؟ حافظ کبیر احمد صاحب نے جواب دیا قرآن میں ہے: ﴿وَاضْمُمْ يَدَكَ اِلٰی جَنَاحِكَ﴾ یعنی اپنا ہاتھ اپنے بازو کے ساتھ ملا لو (طہ: ۲۲) تو ممتاز حسین صاحب نے فرمایا: کہ اس میں مصافحہ کا ذکر کہاں ہے؟ تو کبیر احمد صاحب نے جواب دیا کہ ﴿اُولٰٓئِیْ اَجْنَحَہٗ مِّثْنٰی وَثُلُثٌ وَرُبُعٌ﴾ والی آیت میں نماز کا ذکر کہاں ہے؟ اس پر وہ لا جواب ہو گئے۔ (فیہت الذی جحد بالسنة)..... واضح ہوتا ہے کہ انکار سنت کا نتیجہ مجبوط الحواس کی صورت میں نکلتا ہے اور کوئی بات بھی عقل و دانش کے مطابق نہیں ہوتی صرف تیر تگتے ہوتے ہیں۔ یہ ہے خواہش نفس کی پیروی۔ (عظمت حدیث ص ۳۳، ۳۴)